خُدا چاہتا ہے

رضائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(حصہ دوم)

تالیف

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت خواجہ صوفی محمد اشرف نقشبندی مُجدّدِی مدظلہ العالی

تخریج و حواشی

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی دامت برکاتہم

رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:32439799

نام کتاب : خُدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

مؤلف : حضرت خواجہ صوفی محمد اشرف نقشبندی مجددی مدظلہ

تخریج وحواشی : حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی دامت برکاتہم

نظر ثانی : حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ

حضرت مولانا محمد عابد قادری

سن اشاعت : ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ/ اپریل ۲۰۱۰ء

تعداد اشاعت : ۳۰۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

پیش لفظ

وہ ذات جو سلطنتِ الٰہیہ کی متولی، دربارِ خدا کی جانب سے مقرر شدہ حاکم، کون و مکاں کے معاملات اور احکام جن کے سپرد، کوئی سلطنت جن کی مملکت و سلطنت سے زیادہ وسیع نہیں، وہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مختارِ کُل بنایا، جنہیں شفاعت کا تاج پہنایا، جن پر درود و سلام اللہ تعالیٰ کی رضا و قرب کا ذریعہ، جن پر کثرت سے درود و سلام پڑھنے والے کے کام آسان ہوں، گناہ بخشے جائیں، سیرت پاکیزہ ہو، دل روشن ہو، جو آقا اپنے امتی کے سلام کا جواب ارشاد فرمائیں، جن پر درود پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے، اسی پیارے آقا کا ذکر کئے اور سُنے بغیر مؤمن رہ نہیں سکتا، اس سلسلہ کی ایک کڑی پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت خواجہ محمد اشرف نقشبندی مُجدّدی مدظلہ العالی کی تالیف ہے جسے آپ نے امام عشق و محبت امام اہلسنّت امام احمد رضا کے مشہور شعر کا ایک مصرعہ ''خُدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ'' کا عنوان دیا اور اسے ہی بنیاد بنا کر ایک مجموعہ تیار کیا جس کی تصحیح و تعلیق و تخریج کا کام ہمارے ادارے کے دار الافتاء کے سربراہ اور ہمارے مدرسہ ''جامعۃ النور'' کے شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی نے بڑی محنت سے انجام دیا ہے۔ اس کا ایک حصہ پچھلے ماہ شائع ہو چکا اس میں ہم نے ذکر کیا تھا کہ اس کتاب کو تین حصص میں تقسیم کیا جائے گا مگر کام مکمل ہونے کے بعد اندازہ ہوا کہ تین نہیں بلکہ چار حصص میں تقسیم کرنا ہوگا اس ماہ اس کا دوسرا حصہ شائع کیا جا رہا ہے بقیہ دو حصص انشاء اللہ تعالیٰ سلسلہ وار شائع ہوں گے۔ جمعیت اشاعت اہلسنّت اسے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے 192 ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف اور محشّی اور اراکین ادارہ کی اس سعی کو قبول فرمائے۔ اور اسے عوام و خواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

محمد عرفان المانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۱۔ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ ۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ ۫ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ﴾ (۱)

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو، جب تک اذن نہ پاؤ۔ مثلاً کھانے کے لئے بلانے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو۔ ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو، اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ۔ بے شک اس میں نبی کو ایذا ء ہوتی تھی، تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا۔ (کنز الایمان)

شانِ نزول: امام احمد (۲)، عبد بن حمید (۳)، بخاری (۴)، مسلم (۵)، نسائی (۶)، ابن جریر (۷)، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی اپنی "سنن" میں بطریق انس بن مالک راوی ہیں، فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد فرمایا تو قوم کو ولیمہ میں بلایا تو وہ آئے اور کھانا کھا کر بیٹھے باتیں کرتے رہے، اتفاق سے حضور ﷺ تنگی مکان کی وجہ سے انہیں رخصت کرنا چاہتے تھے، جب حضور ﷺ نے ملاحظہ

۱۔ سورۃ الأحزاب: ۵۳/۳۳

۲۔ المسند للإمام أحمد: ۱۹۵/۳

۳۔ مسند عبد بن حمید، مسند انس بن مالك، برقم: ۱۲۰۶، ص ۳۶۲، ۳۶۳

۴۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ﴾، برقم: ۴۷۹۱، ۴۷۹۲، ۴۷۹۳/۳، ۲۶۲، ۲۶۳۔ ایضاً کتاب الأطعمة، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا﴾ برقم: ۵۴۶۶

۵۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب زواج زینب بنت جحش و نزول الحجاب الخ، برقم: ۱۴۲۸، ص ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵

۶۔ السُّنَن الکبریٰ للنسائی، کتاب التفسیر، سورۃ (۳۳) الأحزاب، الآیۃ: ۵۳، ۲۲۳/۱۰

۷۔ تفسیر ابن جریر، سورۃ (۳۳) الأحزاب، الآیۃ: ۵۳، ۳۲۳/۱۰

فرمایا کہ وہ ابھی نہیں جا رہے تو حضور ﷺ اٹھے تو بہت سے حضور ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور تین پھر بھی بیٹھے رہے، تو حضور ﷺ ازواجِ مطہرات کے حجروں میں دورہ فرما کر تشریف لائے تو بدستور بیٹھے ہوئے تھے، حضور ﷺ پھر تشریف لے گئے تو وہ بھی اٹھے اور چلے گئے۔

حضور ﷺ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں اطلاع دی کہ وہ چلے گئے ہیں تو حضور ﷺ تشریف لائے اور حجرہ شریف کے دروازہ پر پردہ ڈال دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۸)

اُمّ المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت

ابن سعد (۹) اور ابن عساکر (۱۰) نے حضرت عائشہ سے روایت کیا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زینب پر رحم فرمائے انہوں نے اس دنیا میں وہ شرف پایا کہ ایسا شرف کسی نے نہیں پایا، اللہ تعالیٰ نے اُن کا نکاح دنیا میں اپنے نبی سے فرمایا اور اُن کے ساتھ قرآن گویا ہوا، اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج سے اُس وقت فرمایا جب کہ ہم سب آپ کے گرد جمع تھیں "تم میں سے وہ عورت سب سے پہلے مجھ سے ملنے والی ہیں جس کے ہاتھ دراز ہیں" (۱۱)، تو آپ نے اُن کو جلدتر ملنے کی بشارت کے ساتھ نوازا، اور وہ جنت میں آپ کی زوجیت میں ہیں۔ (۱۲)

۸۔ تفسیر القرطبی، سورۃ (۳۳) الأحزاب، الآیۃ: ۵۳، ۲۲۴/۱۴/۷
ایضاً تفسیر ابن کثیر، سورۃ (۳۳) الأحزاب، الآیۃ: ۵۳، ۶۶۷/۳

۹۔ طبقات ابن سعد، طبقات النساء، زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، ۸۰/۶

۱۰۔ تاریخ مدینۃ دمشق، باب ذکر بنیہ و بناتہ علیہ الصّلاۃ و السّلام و أزواجہ ۲۱۳/۳

۱۱۔ حضور ﷺ کے فرمان کہ "تم میں سے وہ عورت سب سے پہلے مجھے ملنے والی ہے جس کے ہاتھ دراز ہیں" کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" کے کتاب الزکاۃ، باب بعد باب ای الصّدقۃ افضل الخ، برقم: ۱۴۲۰، ۳۴۸/۱ میں اور امام مسلم نے اپنی "صحیح" کے کتاب الفضائل، باب فضائل زینب امّ المؤمنین، برقم: ۶۳۹۸ ـ ۱۰۱/(۲۴۵۲)، ص ۱۱۹۱ میں روایت کیا ہے۔

۱۲۔ الخصائص الکبریٰ، باب بعد باب اختصاصہ ﷺ بجواز النکاح بغیر ولیّ و شہود، ۲۴۶/۲ و فی النّسخۃ الثّانیۃ، باب المرأۃ تحلّ لہ بغیر عقد، ۴۲۹/۲

ابن جریر نے شعبی سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کرتی تھیں کہ مجھے آپ کے ساتھ تین باتوں پر ناز ہے اور یہ تینوں باتیں آپ کی ازواج میں سے کسی کو حاصل نہیں۔(۱)میرے جدّ اور آپ کے جدّ ایک ہیں، (۲)میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ آسمان میں کیا، (۳)یہ کہ میرے سفیر جبریل علیہ السّلام بنے۔(۱۳)

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا در پاک وہ در ہے کہ جہاں ملائکہ بھی بغیر اذن حاضر نہیں ہوتے۔

ابن سعد و بیہقی نے جعفر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، انہوں نے اپنے والد سے طویل روایت کی کہ جب حضور نبی کریم ﷺ علیل تھے، جبریل علیہ السّلام آتے اور حضور نبی کریم ﷺ سے خیریت دریافت کرتے، ایک دن جبریل علیہ السّلام حاضرِ خدمت ہوئے، عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف آپ کے اکرام اور آپ کی تفضیل اور خاص آپ کے لئے بھیجا ہے، اور آپ سے وہ بات دریافت کرتا ہے جس کو وہ زیادہ جانتا ہے، فرماتا ہے آپ خود کو کیسا پاتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''جبریل! میں خود کو مغموم پاتا ہوں، اور اے جبریل! خود کو مکروب پاتا ہوں''، اُس کے بعد ملک الموت نے دروازے پر اجازت چاہی، جبریل نے کہا یہ ملک الموت ہیں حاضر ہونے کی اجازت چاہتے ہیں، حالانکہ آپ سے پہلے کسی آدمی کے پاس آنے کی اجازت نہ چاہی اور نہ آپ کے بعد کسی آدمی کے پاس آنے کی اجازت چاہیں گے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''ان کو اجازت دو''، تو وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے، اور مجھے حکم دیا ہے کہ آپ جو حکم فرمائیں اُس میں آپ کی اطاعت کروں گا، اگر آپ مجھے اپنی روح قبض کرنے کا حکم فرمائیں تو میں اُسے قبض کروں اور اگر مجھے اپنی روح چھوڑنے کا حکم فرمائیں تو میں اُسے چھوڑ دوں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اے ملک الموت! کیا تم یہ کرو گے''، ملک

۱۳۔ تفسیر الطّبری، سورۃ الأحزاب، الآیۃ:۳۷، برقم:۲۶۳۸۵، ۳۰۳/۱
أیضاً طبقات ابن سعد، طبقات النّساء، زینب بنت جحش، ۷۶/۶
أیضاً الخصائص الکبریٰ، باب بعد باب اختصاصہ ﷺ بجواز النّکاح بغیر ولیٍّ و شھود ۲۴۶/۲ (و فی النّسخۃ الثانیۃ، باب المرأۃ تحلّ لہ بغیر عقدٍ، ۴۲۹/۲)

الموت نے عرض کیا: ہاں مجھے اسی کا حکم دیا گیا''، الخ ملخصاً۔(۱٤)

یہ وہ محبوب ہیں کہ جنہیں دانستہ یا نادانستہ ایذاء پہنچ جائے تو خُدا ناراض ہو جاتا ہے چنانچہ جب اُن تین صحابہ کے ایک عمل سے نادانستہ حضور ﷺ کو ایذاء پہنچی تو قرآن میں اعلان ہو گیا:

نبی کریم ﷺ کو ایذاء

﴿إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ﴾ الآیۃ (۱٥)

ترجمہ: بے شک اس میں نبی کو ایذاء ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ حق فرمانے میں نہیں شرماتا۔ (کنز الایمان)

یعنی، یہ تمہارا طریقہ ہمارے نبی کی تکلیف کا موجب ہے اور وہ اپنی وسعتِ قلبی سے تمہیں صاف طور پر فرمانے پر حیا فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب (ﷺ) کی حمایت حق سے حیا نہیں فرماتا، اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ اپنے نبی مکرّم سے معمولی ایذاء بھی گوارا نہیں فرماتا جیسا کہ قرآن کریم میں کئی جگہ فرمایا گیا:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (۱٦)

ترجمہ: جو رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (کنز الایمان)

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (۱۷)

ترجمہ: تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی

۱٤۔ الخصائص الکبریٰ، باب ما وقع عند احتضارہ ﷺ من الآیات و الخصائص، ۲۷۳/۲
۱٥۔ سورۃ الأحزاب:۵۳/۳۳
۱٦۔ سورۃ التّوبۃ:۶۱/۹
۱۷۔ سورۃ النّور:۶۳/۲٤

فتنہ پہنچے یا اُن پر دردناک عذاب پڑے۔(کنزالایمان)

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ م بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ط وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (۱۸)

ترجمہ: اور وہ جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اُس پر کُھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جُدا راہ چلے ہم اُسے اس حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔(کنزالایمان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان کی طرف تشریف لے گئے اور اپنی اُمت کے حال میں حدیث بیان فرمائی، اُس (حدیث) میں یہ ہے کہ ''قیامت کے دن بعض لوگ میرے حوض سے ہٹادیئے جائیں گے، جیسا کہ بھولا ہوا اُونٹ ہٹادیا جاتا ہے، پس میں اُنہیں پکاروں گا اِدھر آؤ، اِدھر آؤ، اِدھر آؤ، اُس وقت کہا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ (ﷺ) کے بعد طریقہ بدل لیا تھا، تب میں فرماؤں گا: دُور ہوجاؤ، دُور ہوجاؤ، دُور ہوجاؤ'' (یعنی حضور ﷺ اُن سے نفرت اور بیزاری کا اظہار فرمائیں گے)۔(۱۹)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت واتباع جس طرح اللہ تعالیٰ عزوجل کی خوشی کا سبب وذریعہ ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ کی ایذاء اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذریعہ وسبب ہے۔ جہنم کا داخلہ اسی سے ہوگا، جب اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو محبوب رکھتا ہے، اُس کی تعریف بیان فرماتا ہے، اسی طرح اُمتی کو بھی نبی کریم ﷺ کی محبت میں زندگی گزارنا چاہئے، خدا تعالیٰ

۱۸۔ سورۃ النساء:۴/۱۱۵

۱۹۔ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب استحباب إطالة الغُرّة الخ، رقم: ۵۰۰، ۳۹/۵۔(۲۴۹)، ص ۱۴۰

ایضاً الشفا بتعريف حقوق المصطفى، القسم الثاني، الباب الأول في فرض الإيمان به الخ، فصل: و مخالفة أمره الخ، ص ۲۴۵

کی رضا اسی میں ہے۔

خُدا چاھتا ھے رضائے محمد ﷺ

۲۲۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (۲۰)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو اُن پر درود اور خُوب سلام بھیجو۔(کنزالایمان)(۲۱)

آیت درود نبی کریم ﷺ کی صریح نعت ہے

یہ آیت کریمہ حضور نبی کریم ﷺ کی صریح نعت ہے، علامہ واحدی نیشاپوری لکھتے ہیں کہ عثمان واعظ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سہل بن محمد بن سلیمان کو سُنا آپ نے فرمایا کہ یہ (درود وسلام کے حکم کا نُزول) وہ شرف ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو شرف فرمایا اور یہ شرف حضرت آدم علیہ السلام کو عطا کردہ شرف سے زیادہ

۲۰۔ سورۃ الأحزاب:۳۳/۵۶

۲۱۔ امام جلال الدین سیوطی اِس آیہ کریمہ کے تحت اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ'' جب آیت درود نازل ہوئی تو صحابہ کرام جوق درجوق بارگاہِ رحمت عالم ﷺ میں حاضر ہوکر آپ کو ہدیہ تبریک پیش کرنے لگے (گلدستہ درود شریف، ص۲۲، ۲۳ بحوالہ دُرِّ منثور)

اوراِس آیہ کریمہ کے بارے میں امام فاسی لکھتے ہیں کہ امام ابواللیث سمرقندی فرماتے ہیں جب تم چاہو کہ تم اِس بات کو جان لو کہ نبی ﷺ پر دُرود تمام عبادات سے افضل ہے اِس آیہ کریمہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ﴾ الآیہ میں نظر کرو، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تمام عبادات کا حکم فرمایا اور درود پہلے خود بھیجا اور اپنے فرشتوں کو نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم فرمایا، پھر مؤمنوں کو حکم دیا کہ وہ نبی ﷺ پر درود بھیجیں اھ اور مومنوں کو دُرود کا حکم دینے سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں کے درود کی خبر دینے میں اِس کی طرف اشارہ ہے جو ہم نے ذکر کیا جیسے اقتداء اور تخلّق یعنی جب تمہارا ربّ سبحانہٗ اُن پر درود بھیجتا ہے تم بھی اُس کی اتباع کرو اور اُن کی بارگاہ میں درود کے نذرانے پیش کرو الخ اور لکھتے ہیں کہ اُس بات پر اجماع منعقد ہے کہ اِس آیت میں نبی ﷺ کی تعظیم وتنویہ ہے الخ (مَطَالِعُ المسرات، فصل فی فضل الصلاة علی النبیّ ﷺ، ص ۲۱) علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے بھی اِس پر اجماع کو اپنی کتاب ''الأنوار المحمدیۃ'' (المقصد السابع، الفصل الثانی، ص ۲۷۴) میں ذکر کیا ہے

بلیغ و تام ہے جو فرشتوں کو سجدے کا حکم دے کر انہیں شرف عطا فرمایا گیا تھا کیونکہ یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شرف کے عطا فرمانے میں فرشتوں کے ساتھ شریک ہوتا اور یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب سے نبی ﷺ پر دُرود بھیجنے کی خبر دی ہے اور وہ شرف جو اللہ تعالیٰ سے صادر ہو اُس شرف سے ابلغ ہے جو شرف فرشتوں کے ساتھ مختص ہے۔(۲۲)

اور اس آیت میں ایمان والوں کو اُس ذات پاک پر درود پڑھنے کا حکم دیا گیا، مگر لطف کی بات یہ ہے کہ کام ایک مگر کرنے والے تین (۱) اللہ تعالیٰ، (۲) فرشتے، (۳) مومنین

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''صلاۃ'' یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت جلّ مجدہٗ لا تعداد فرشتوں کی محفل میں اپنے محبوب ﷺ کی مدح و ثنا کرتا اور اُن میں اپنی پیدا کردہ بے عیب شخصیت پر ناز فرماتا ہے، جیسا کہ ''بخاری شریف'' میں ابو العالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۳) سے منقول ہے:

صَلَاۃُ اللّٰہِ ثَنَاءُہٗ عَلَیْہِ عِنْدَ الْمَلَائِکَۃِ (۲۴)

یعنی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی مکرم ﷺ کی صلاۃ فرشتوں کی محفل میں آپ کی تعریف و تعظیم کا ذکر کرنا ہے۔(۲۵)

(۲) جب ''صلاۃ'' کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی نورانی مخلوق (فرشتے) اللہ کے محبوب ﷺ کے درجات کی مزید بلندی اور اُن کے مقامات کی مزید رفعت

۲۲۔ اسباب النّزول للواحدی، سورۃ (۳۳) الأحزاب، الآیۃ:۲۲، ص ۳۷۵، ۳۷٦

۲۳۔ ابو العالیہ کا نام رُفیع بن مہران ریاحی ہے اور بصری تابعی تھے اور تفسیر میں مشہور تھے، ۹۳ھ میں فوت ہوئے۔

۲٤۔ صحیح البخاری، کتاب التّفسیر، باب: ﴿إِنَّ اللّٰہَ وَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ﴾ الآیۃ، ۳/۲٦٤۔ أیضاً فضل الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ للجھضمی، برقم:۹٥، ص ۱۱٥

۲٥۔ علامہ فاسی لکھتے ہیں کہ "صلاۃ" کے معنی میں اختلاف ہے (اور اللہ تعالیٰ کی طرف جب صلاۃ کی نسبت ہوگی تو اس میں چند اقوال ہیں) (۱) رحمت و رضوان، (۲) مغفرت، (۳) رحمت، (۴) رحمت مقرونہ بالتعظیم، (٥) اللہ کی انبیاء پر "صلاۃ" اُن کی تعریف و تعظیم ہے، (٦) اللہ تعالیٰ کی اپنے نبی ﷺ پر ''صلاۃ'' تشریف و زیادہ تکریم ہے (مَطَالِعُ المسرّات، فصل فی فضل الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ، ص ۳۱)

کے لئے ہر وقت دعا کرتے رہتے ہیں، جیسا کہ حضور پُر نور ﷺ کے درِ اقدس پر روزانہ ستّر ہزار فرشتے صبح حاضر ہو کر شام تک اور شام کو ستّر ہزار فرشتے حاضر ہو کر صبح تک صلاۃ و سلام پیش کرتے ہیں۔(۲٦) جو فرشتہ ایک بار حاضری دے چکا پھر دوبارہ قیامت تک حاضر نہیں ہو سکے گا۔

(۳) جب ''صلاۃ'' کی نسبت اہلِ ایمان کی طرف ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ غلام اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے لئے ادب و احترام کے ساتھ پیارے پیارے کلمات، جملوں اور الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔

علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ''صلاۃ'' کے منجانب اللہ ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ کے درود بھیجنے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ عزّ وجلّ نے اس دنیا میں اپنے محبوب ﷺ کی شان کو اس طرح بلند فرمایا کہ اُن کا ذکر بلند رکھا، اُن کے دین کو غلبہ عطا فرمایا، اور اُن کی تعلیمات پر عمل کرنے والوں کا سلسلہ تا ابد جاری رکھا ہے۔ اور آخرت میں اُن کی عزت و عظمت کا اس طرح مظاہرہ ہوگا کہ گناہگاروں کے حق میں اُن کی شفاعت قبول ہوگی، انہیں بہترین اجر و ثواب عطا فرما کر بلند مقام پر فائز کیا جائے گا، جو مقام محمود کہلائے گا۔ اس طرح اوّلین و آخرین میں حضور ﷺ کی عظمت و فضیلت نمایاں ہوگی اور تمام مقربین پر آپ کی عزت آشکار ہو جائے گی۔ (۲۷)

۲٦۔ سُنَن الدّارمی، المقدمۃ، باب إکرام اللہ تعالیٰ نبیّہ ﷺ بعد موتہ برقم:۹٤، ۱/۳٤۔
أیضاً فضل الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ للجھضمی، برقم:۱۰۲، ص ۱۱۷، ۱۱۸
أیضاً کتاب الزّھد لابن المبارک، برقم:۱٦۰۰
أیضاً نقلہ عنہ صاحب المشکاۃ فی "مشکاتہ" فی کتاب أحوال القیامۃ و بدء الخلق، باب الکرامات، الفصل الثالث، برقم:٥۹٥٥، ۳، ٤/٤۰۱
أیضاً نقلہ السّخاوی فی "القول البدیع، الباب الأول فی الأمر بالصّلاۃ علی رسول اللہ ﷺ، ص ٥۲
أیضاً نقلہ الحسینی فی "الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ" ص ۱٤۹

۲۷۔ تفسیر روح المعانی، سورۃ (۳۳) الأحزاب، الآیۃ:٥٦، ۲۱، ۲۲/۳٤٤

علامہ ابن منظور نے صلوٰۃ وسلام کا مفہوم اِس طرح بیان کیا ہے کہ جب بندہ مومن بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

تو اُس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ! اپنے حبیب (ﷺ) کے ذکر کو بلند فرما، اور اُن کے دین کو غلبہ عطا فرما، اُن کی شریعت مطہرہ کو دوام عطا فرما، اُن کے مرتبہ کو بلند فرما، اور روزِ محشر گناہگاروں کے حق میں اُن کی شفاعت قبول فرما کر اُن کا اجر وثواب گنا گوں کر دے۔(۲۸)

بعض اسلاف نے اِس طرح وضاحت کی ہے کہ اللہ ربّ العزت جلّ وعلا نے اہلِ ایمان کو محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنے کا حکم دیا لیکن ہم نہ تو اُن کے بلند مراتب سے کماحقہٗ واقف ہیں اور نہ ہی اُن کے دربارِ عالی کے آداب بجالانا ہمارے بس میں ہے، نہ ہی ہم یہ جانتے ہیں کہ اِس حکم عالی کی تکمیل کا اَحسن طریقہ کیا ہے جو قبول ہو۔ پس ہم ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ'' کا ایک معروضہ دربارِ الٰہی میں پیش کرتے ہیں کہ مولیٰ! تو نے حکم دیا، ایسا حکم جس کی تعمیل کماحقہٗ ہمارے بس میں نہیں، پس ہم تجھ سے ہی التجا کرتے ہیں، کہ ہماری جانب سے اپنے پیارے محبوب ﷺ پر درود وسلام نازل فرما دے جیسا کہ حق ہے جو اُن کو پسند ہو، اور جو اُن کے دربارِ عالی میں مقبول ہو، اگر بندہ عاجز کا معروضہ قبول ہوگیا تو یقین جانیے مقدّر چمک اٹھا، دنیا وآخرت کی بھلائیاں نصیب ہوگئیں۔(۲۹)

کوئی ناعاقبت اندیش یہ گمان نہ کرے کہ حضور ﷺ ہمارے درود وسلام کے محتاج ہیں، انہیں اس کی ضرورت ہے، کیونکہ آپ ﷺ جیسی ذات ہم جیسوں کی کبھی محتاج وضرورت مند نہیں ہوسکتی بلکہ ہم حضور ﷺ کے محتاج ہیں، ہمیں آپ کی ضرورت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ''رحمت للعالمین'' فرمایا، تو آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر تشریف

۲۸۔ لسان العرب، حرف وی، فصل الصّاد المھملۃ، ۴۶۶/۱۴

۲۹۔ امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی لکھتے ہیں کہ درود شریف پڑھنے والا دعا کرنے والا ہے اور حقیقت میں اپنے آپ کو مکمل کرنے والا ہے کیونکہ جب ہم نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت نازل فرماتا ہے۔(الدُّرُّ المنضود، مقدمۃ الفائدۃ الرّابعۃ ص۴۸) مطلب یہ ہے کہ درود پڑھنے والا اپنے فائدے کے لئے درود بھیجتا ہے اور اس کا فائدہ اسی کو پہنچتا ہے۔

لائے، رحمت ضرورت ہے اور عالمین ضرورت مند تو کائنات کا ہر ذرہ حضور ﷺ کا محتاج، علامہ ابن حجر مکی شافعی اور علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی شافعی نقل کرتے ہیں کہ ابن عبد السلام نے فرمایا کہ نبی ﷺ پر ہمارا درود حضور ﷺ کے لئے شفاعت نہیں ہے کیونکہ ہمارے جیسا حضور ﷺ کی شفاعت نہیں کرسکتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اُس ذات کو بدلہ دینے کا حکم فرمایا جس نے ہم پر احسان کیا پھر جب ہم اس سے عاجز ہوگئے تو ہم نے اس کا تدارک دعا کے ساتھ کرنے کی سعی کی، پس جب اللہ تعالیٰ کو بدلے سے ہمارا عاجز ہونا معلوم ہے تو اُس نے ہمیں آپ ﷺ پر درود بھیجنے کی تعلیم فرمائی اور ابن العربی نے فرمایا کہ درود کا فائدہ درود بھیجنے والے کی طرف لوٹتا ہے۔(۳۰)

اور امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں جب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو ہمارے درود کی کیا حاجت ہے، ہم کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کو اس کی حاجت نہیں ہے نہ ہی اللہ تعالیٰ کے درود کے بعد فرشتوں کے درود کی حاجت ہے وہ صرف نبی ﷺ کی تعظیم کے اظہار کے لئے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا ذکر واجب کیا حالانکہ اُسے ہمارے ذکر کی حاجت نہیں، تو درود شریف کا حکم صرف ہماری طرف سے نبی ﷺ کی تعظیم کے اظہار کے لئے اور ہم پر شفقت کے لئے ہے کہ وہ ہمیں اس پر ثواب عنایت فرمائے، اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا ''جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت فرماتا ہے''۔(۳۱)

حضور ﷺ پر درود بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ ایک دن میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو اتنا خوش اور ہشاش بشاش دیکھا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہ دیکھا۔ پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آج آپ مجھے اتنے خوش نظر آرہے ہیں کہ اس سے پہلے کبھی میں نے آپ ﷺ کو اتنا خوش نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں کیوں نہ خوش ہوں کہ ابھی

۳۰۔ الدُّرُّ المنضود، مقدمۃ الفائدۃ الرّابعۃ ص۴۷، ۴۸) (الأنوار المحمّدیّۃ، المقصد السّابع، الفصل الثّانی، ص۲۷۴

۳۱۔ التّفسیر الکبیر، سورۃ (۳۳) الأحزاب، الآیۃ: ۵۶، ۱۸۲/۹

جبریل یہ پیغام سُنا کر گئے ہیں کہ اللہ ربُّ العزت فرماتا ہے کہ کیا آپ اس پر راضی نہیں کہ

"اَلَا یُصَلِّی عَلَیْکَ اَحَدٌ مِنْ اُمَّتِکَ اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا وَ لَا یُسَلِّمُ عَلَیْکَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا" (۳۲)

یعنی، آپ کی امت میں سے جس نے آپ پر درود شریف پڑھا میں اُس پر دس رحمتیں نازل کروں گا، اور جس نے آپ پر سلام عرض کیا میں اُسے دس بار سلامتی عطا کروں گا۔(۳۳)

علامہ ابوالحسن کبیر سندھی اس کے تحت لکھتے ہیں کہ اس میں اُمت کے لئے بشارت ہے کہ دُرود کی جزا اُن ہی کی طرف لوٹے گی اسی وجہ سے نبی ﷺ کو غایت سرور حاصل ہوا۔(۳۴)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے مجھ پر دُرود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور دس

۳۲۔ فضل الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ للجھضمیّ، برقم: ۲، ص۵۸ و اللفظ لہ
ایضاً سُنَن النّسائی، کتاب السّھو، باب فضل التّسلیم علی النّبیّ ﷺ برقم:۱۲۸۳، ۳۱/۳/۲
ایضاً سُنَن الدّارمی، کتاب الرّقاق، باب فضل الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ، برقم:۲۷۷۳، ۲۵۰/۲
ایضاً المسند للإمام احمد، ۳۰/٤
ایضاً المختارۃ للضّیاء المقدسی، مسند عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، برقم: ۹۳۲، ۱۲۹/۳/۲
ایضاً نقلہ الھیتمی فی "الدّر المنضود" الفصل الرّابع فی فوائد الصّلاۃ الخ، ص۱۳۸، ۱۳۹

۳۳۔ امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ تعالیٰ اُس پر دس بار رحمتیں نازل فرماتا ہے (صحیح مسلم، کتاب الصّلاۃ، باب الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ بعد التّشھد برقم:۴۰۸، ۱۹۷ و سُنَن النّسائی، کتاب السّھو، باب فضل التّسلیم علی النّبیّ ﷺ، برقم:۱۲۸۳، ۱۳/۳) اور امام احمد کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت میں ہے کہ "مَنْ صَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ ﷺ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ مَلَائِکَتُهٗ سَبْعِیْنَ صَلَاۃً" (المسند للإمام احمد ۱۸۷/۲۔ ایضاً مجمع الزّوائد، کتاب الأدعیۃ باب الصّلاۃ علی النّبیّ الخ برقم:۷۲۸۳، ۱۸۱/۱۰ و قال: رواہ احمد و إسنادہ حَسَنٌ) یعنی، جس نے نبی ﷺ پر ایک بار دُرود پڑھا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اُس پر ستر بار دُرود بھیجتے ہیں۔

۳۴۔ حاشیۃ السّندی علی السُّنَن للنّسائی، کتاب السّھو، باب فضل التّسلیم علی النّبیّ ﷺ ۳۱/۳/۲

گناہ مٹا دیتا ہے اور اُس کے دس درجے بلند فرما دیتا ہے اور وہ اُس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہے"۔(۳۵)

اس ارشاد میں اگرچہ حضور ﷺ کی انتہائی عظمت و بزرگی کا اظہار ہے لیکن آپ کو خوشی اس بشارت پر تھی کہ یہ عمل اُمت کی مغفرت و بخشش اور بلندی مراتب کا ذریعہ ہے۔

اگر یہ چاہتے ہو تم گناہ بخشے جائیں شفیعِ حشر پر اے عاصیو درود پڑھو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جب لوگ کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں اور اُس میں نہ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے نبی پر دُرود پڑھتے ہیں":

"اِلَّا کَانَ عَلَیْهِمْ مِنَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَ اِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ" (۳۶)

یعنی، تو قیامت کے دن یہ مجلس اُن کے لئے وبالِ جان ہو جائے گی اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو انہیں عذاب میں مبتلا کر دے اور اگر چاہے تو اپنے فضل و کرم سے اُن کی بخشش فرما دے۔

اِدھر اُدھر کی نہ باتیں کرو درود پڑھو شفیعِ حشر کی مدحت سُنو درود پڑھو

(مولانا حشمت علی رضوی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اَلدُّعَآءُ وَ الصَّلٰوۃُ مُعَلَّقٌ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ فَلَا یَصْعَدُ اِلَی اللّٰهِ مِنْهُ شَیْءٌ حَتّٰی یُصَلِّیَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ (۳۷)

۳۵۔ القول البدیع، الباب الثّانی، ص۱۱۵، و قال: رواہ ابن ابی عاصم فی "کتاب الصلاۃ" لہ
۳۶۔ سُنَن التّرمذی، کتاب الدّعوات عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی القوم یجلسون الخ، برقم:۳۳۸۰، ۳۰۰/٤
ایضاً فضلُ الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ للجھضمیّ، برقم:٤۵، ص۹۱
ایضاً الدُّرُّ المنثور، سورۃ(۳۳) الأحزاب، الآیۃ:۵٦، ۵۷۷/٦
۳۷۔ الشّفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، القسم الأوّل، الباب الرّابع، فصل فی المواطن التی یستحب فیھا الخ، ص۲۷۵

یعنی، دعا اور نماز آسمان اور زمین کے درمیان لٹکی رہتی ہے اور وہ اُس وقت تک اللہ کی بارگاہ میں پیش نہیں ہوتی جب تک حضور ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا جائے۔(۳۸)

یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی قول نہیں بلکہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے چنانچہ حافظ عراقی نے اِس حدیث شریف کی شرح میں لکھا کہ یہ حدیث اگرچہ آپ ﷺ پر موقوف ہے پس اِس کی مثل قول اپنی رائے سے نہیں کئے جاتے، یہ امر توقیفی ہے پس اس کا حکم مرفوع کا حکم ہے جیسا کہ ائمہ حدیث واصول کی ایک بڑی جماعت نے اِس کی تصریح کی ہے۔(۳۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الدُّعَاءَ مَحْجُوبٌ حَتّٰى يُصَلِّيَ الدَّاعِيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ (۴۰)

یعنی، دعا بارگاہِ الٰہی میں پیش نہ کی جائے گی جب تک کہ دعا کرنے والا نبی کریم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھے۔

جو چاہتے ہو کہ کچھ رزق کی کشائش ہو   تو اس جناب پہ اے مُفلِسو درود پڑھو

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی جب ارادہ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اِلتجا کرے تو پہلے اپنے ربّ کی اُس کی شان کے مطابق ثنا کرے۔ پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے پھر اپنے ربّ سے اِلتجا کرے تو اُمید کی جاسکتی ہے کہ اُس کی دعا

۳۸۔ امام ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ (سُنَن الترمذی، ابواب الوتر، باب ما جاء فی فضل الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ برقم: ۴۸۶، ۲/ ۳۶۰) یعنی، دعا آسمان اور زمین کے مابین موقوف رہتی ہے اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش نہیں ہوتی جب تک تو اپنے نبی ﷺ پر درود نہ پڑھے۔

۳۹۔ تحقیق محمود محمد نصّار علی السُّنَن الترمذی، ابواب الوتر، باب ما جاء فی فضل الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ، ۲/ ۳۶۰

۴۰۔ المُعجم الأوسط للطّبرانی، برقم: ۷۲۱، ۱/ ۲۱۱
ایضاً مجمع الزّوائد، کتاب الأدعیۃ، باب الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ الخ، برقم: ۱۷۲۷۸، ۱۰/ ۱۸۰ و قال: رجاله ثقات و فیه: حتی یصلّی علی محمد ﷺ و علی ال محمد

ضرور قبول ہوگی۔(۴۱)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نماز پڑھ رہا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام، حضرت ابو بکر، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف فرما تھے، جب میں نماز سے فارغ ہوکر بیٹھا تو میں نے پہلے اللہ کی حمد وثناء کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود پاک پڑھا، پھر اپنے لئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''سَلْ تُعْطَهْ، سَلْ تُعْطَهْ'' اب جو چاہو مانگو دیئے جاؤ گے، جو چاہو مانگو دیئے جاؤ گے۔(۴۲)

اللہ تعالیٰ سے دُعا کا طریقہ نبی کریم ﷺ کی زبانی

امام ترمذی نقل فرماتے ہیں حضرت فُضالہ بن عُبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اُس نے نماز پڑھی اور دعا مانگنے لگا کہ اے اللہ! مجھے بخش دے، اور مجھ پر رحم فرما۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ''اے نمازی! تو نے بہت جلدی کی جب نماز پڑھ چکو تو بیٹھو اللہ کی حمد وثناء کرو، پھر مجھ پر درود پڑھو، پھر اللہ سے دعا کرو''۔

پھر دوسرا آدمی آیا، اُس نے نماز پڑھی اور اللہ کی حمد وثناء کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا، آپ نے فرمایا: ''أَيُّهَا الْمُصَلِّي ادْعُ تُجَبْ'' اے نمازی! اب مانگ تیری دعا قبول کی جائے گی۔(۴۳)

۴۱۔ المُعجم الکبیر للطّبرانی، برقم: ۸۷۸۰، ۹/ ۱۵۵، ۱۵۶
ایضاً مجمع الزّوائد، کتاب الأدعیۃ، باب فیما یستفتح به الدّعاء الخ، برقم: ۱۷۲۵۵، ۱۰/ ۱۷۳، ۱۷۴ و قال: رجاله رجال الصّحیح إلا أن أبا عبیدۃ لم یسمع عن أبیه
ایضاً الشّفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الأول، الباب الرّابع، فصل فی المواطن التی یستحبّ فیها الخ، ص ۲۷۵

۴۲۔ سُنَن الترمذی، ابواب السّفر، باب ما ذکر فی الثّناء علی الله و الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ قبل الدّعاء، برقم: ۵۹۳، ۱/ ۴۳۵

۴۳۔ سُنَن الترمذی، کتاب الدّعوات، باب ما جاء فی جامع الدّعوات، باب (۶۵)، برقم: ۳۴۷۶، ۴/ ۳۵۴
ایضاً المُعجم الکبیر للطّبرانی، ۱۸/ ۳۰۸
ایضاً مجمع الزّوائد، برقم: ۷۲۵۷، ۱۰/ ۱۷۴

اگر حضور کی مدِ نظر حضوری ہے حضورِ قلب سے اے دوست تو درود پڑھو
جو اس حبیب کا منظرِ نظارہ ہے پڑھو درود پڑھو عاشقوں درود پڑھو
(نصرۃ الواعظین)

حافظ نور الدین ہیثمی کی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے دُعا کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا:

فَاذْكُرُوْنِيْ فِيْ أَوَّلِ الدُّعَاءِ، وَفِيْ وَسَطِهٖ، وَفِيْ آخِرِ الدُّعَاءِ (٤٤)

یعنی، دعا کے اول میں اور اُس کے درمیان میں اور دعا کے آخر میں میرا ذکر کرو۔

جب قیامت کے دن کسی مومن کی نیکیوں کا وزن کم ہوگا تو نبی کریم ﷺ انگلی کے برابر کاغذ کا ٹکڑا میزان میں رکھ دیں گے، جس سے اُس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائے گا، یہ دیکھ کر وہ مومن عرض کرے گا، میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کون ہیں؟ آپ کی صورت و سیرت بہت اچھی بھلی ہے، تو حضور ﷺ ارشاد فرمائیں گے کہ ''میں تیرا نبی ہوں اور یہ درود شریف ہے جو تو مجھ پر پڑھا کرتا تھا اور آج تیری ضرورت کے وقت میں نے تجھے اُس کا بدلہ دے دیا''۔(٤٥)

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ اُس کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا

٤٤۔ كشف الأستار، كتاب الأدعية، باب الصّلاة على النّبيّ ﷺ، برقم:٣١٥٦، ٤/٤٥
ايضاً مجمع الزّوائد برقم:١٧٢٥٦، ١٠/١٧٤

٤٥۔ اسے امام قسطلانی نے "المواهب اللدنية" کے المقصد العاشر، الفصل الثالث في تفضيله ﷺ في الآخرة، (٣/٤٦١) میں اور امام ابن حجر مکی شافعی نے "الدّر المنضود" کے الباب الرّابع (ص ١٧١، ١٧٢) میں نقل کیا ہے اور امام زرقانی نے "شرح الزرقاني" (المقصد العاشر، الفصل الثالث، ١٢/٣٦٠) میں لکھا ہے کہ اسے ابن ابی الدنیا نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے تخریج فرمایا ہے اور امام اہلسنّت کے والد حضرت علامہ نقی علی خان نے "الكلام الأوضح" (ص ٢٤٣) میں کچھ تغییر کے ساتھ نقل کیا اور علامہ سعادت علی قادری نے "گلدستہ درود" (ص ١٩) میں "المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني" کے حوالے سے بعینہٖ نقل کیا ہے۔

ذکر کیا گیا اور اُس نے مجھ پر دُرود نہ پڑھا۔(٤٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ حضور ﷺ نے فرمایا، کوئی مسلمان جب مجھ پر سلام عرض کرتا ہے چاہے وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں، میرے ربّ کے فرشتے اُس کو سلام کا جواب ارشاد فرماتے ہیں، کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! جب کوئی مدینہ میں سلام عرض کرتا ہے اُس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا، کریم کا جو برتاؤ اپنے پڑوسی سے ہوتا ہے۔(٤٧)

امام سخاوی فرماتے ہیں کہ جب مزار پُر انوار پر حاضر ہونے والے کا جواب حضور ﷺ عطا فرماتے ہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آفاقِ عالم میں جو غلام بھی آپ پر درود و سلام پیش کرتا ہے آپ ﷺ اُس کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔(٤٨)

درود شریف قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے

حافظ ابو نعیم نے ''حلیۃ الأولیا'' میں لکھا کہ حضرت کعب کی ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السّلام کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا، اے موسیٰ! اگر دنیا میں میری حمد کرنے والے نہ ہوتے تو میں بارش کا ایک قطرہ بھی آسمان سے نازل نہ کرتا اور نہ ہی زمین سے کوئی دانہ پیدا ہوتا اور بہت سی چیزوں کا ذکر فرمایا، پھر ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ! کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں میرا قرب حاصل ہو، جیسے تمہارے کلام کو تمہاری زبان سے قُرب ہے، جیسے

٤٦۔ سُنَن التّرمذي، كتاب الدّعوات، باب قول رسول الله ﷺ "رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ"، برقم:٣٥٤٥، ٤/٣٨٩
ايضاً الشّفا بتعريف حقوق المصطفى، القسم الأول، الباب الرّابع، فصل في ذمّ من لم يصلّ على النّبيّ ﷺ و إثمه، ص٢٨٣

٤٧۔ حلية الأولياء، مالك بن أنس، برقم:٢٤٢١، ٦/٣٠٣، ٣٠٤، دار إحياء التّراث العربي، و ٦/٣٤٩ و دار الكتاب العربي
ايضاً تقريبُ البغية، كتاب الحجّ، باب فيمن يسلّم على النّبيّ ﷺ الخ، برقم:١٧٧٣، ٢/١٠٦، ١٠٧
ايضاً الجوهرُ المنظّم، الفصل الثاني في فضائل الزّيارة و فوائدها، ص ٧٤، ٧٥، دار الحاوي

٤٨۔ القول البديع في الصّلاة على الحبيب الشّفيع، فوائد نختم بها، الباب الرّابع، ص١٦٨

خطراتِ قلب کو دل کے ساتھ قُرب ہے، جیسے آپ کی روح کو جسم کے ساتھ قُرب ہے اور جیسے آپ کی نظر کو آپ کی آنکھوں سے قُرب ہے، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی ہاں مولیٰ، اے اللہ میں ایسا ہی قُرب چاہتا ہوں، پس اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا، تو تم میرے حبیب ﷺ پر درود پڑھو۔(۴۹)

''القول البدیع'' (۵۰) اور ''مسالک الحنفاء'' (۵۱) میں ہے اللہ تعالیٰ نے سیّدنا موسیٰ علیہ السّلام سے فرمایا اگر آپ قیامت کے دن پیاس کی شدّت سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو میرے محبوب ﷺ پر بکثرت درود شریف پڑھا کرو۔(۵۲)

عارف باللہ سیدنا امام شعرانی کا ارشادِ گرامی ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ہم سے عہد لیا کہ ہم دن رات درود شریف بکثرت پڑھیں اور یہ کہ ہم مسلمان بھائی بہنوں کو درود پڑھنے کا اجر و ثواب بتائیں، اور ہم سید عالم نُورِ مجسم ﷺ سے محبت و عظمت کے اظہار کے لئے درود پڑھنے کی انہیں بھرپور رغبت دلائیں (اور درود شریف پڑھنے والے کو چاہئے کہ باوضو حضورِ قلب کے ساتھ درود پڑھے، کیونکہ یہ بھی نمازی کی طرح مناجات ہے، اگرچہ اس میں وضو شرط نہیں)، اگر مسلمان روزانہ صبح و شام ہزار سے دس ہزار تک درود پڑھنے کا ورد بنالیں تو یہ سارے اعمال سے افضل ہوگا۔ درود شریف دربار (رسالت اور دربارِ خداوندی) میں قُرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا کائنات میں کوئی نہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ نے دنیا و آخرت میں صاحبِ حَل و عقد اور صاحبِ بست و کشادہ بنایا ہو، لہٰذا جو

۴۹۔ القول البدیع فی الصّلاۃ علی الحبیب الشّفیع، الباب الثّانی من ثواب الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ الخ، ص ۱۳۷

أیضاً سعادۃ الدّارین فی الصّلاۃ علی سیّد الکونین ﷺ الباب الثّانی فیما ورد عن الأنبیاء و العلماء فی فضل الصّلاۃ علیہ ﷺ، ص ۱۰۵

۵۰۔ القول البدیع فی الصّلاۃ علی الحبیب الشّفیع، الباب الثّانی، ص ۱۳۰

۵۱۔ مسالک الحنفاء، المطلب السّادس، الفصل الثّانی فی فوائدھا و ثمراتھا، ص ۱۹۰، و قال: رواہ أبو القاسم التّیمی فی "ترغیبہ"

۵۲۔ تاریخ مدینۃ دمشق، موسیٰ بن عمران، ترجمۃ: رقم: ۷۷٤۱، ٦۱/۱۵۰

أیضاً أوردہ الھیتمی فی "الدُّرّ المنضُود" الفصل الرّابع فی فوائد الصّلاۃ الخ، ص ۱۷۲

شخص اس آقا کی اتباع و پیروی کرے اور صِدق و محبت اور صفا سے اُس پر درود پڑھے، اُس کے لئے بڑے بڑے جابروں کی گردنیں جھک جاتی ہیں، اور سب مسلمان اُس کی عزت کرتے ہیں، پھر بتایا کہ شیخ نور الدین شونی رحمۃ اللہ علیہ روزانہ دس ہزار مرتبہ درود پڑھا کرتے تھے اور شیخ احمد زواوی رحمۃ اللہ علیہ روزانہ چالیس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔(۵۳)

درود شریف نہ پڑھنے کا وبال

درود شریف پڑھنے کا ثواب اگر کثیر ہے تو نہ پڑھنے کی محرومی بھی بڑی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث نبویہ علیہ التّحیۃ والثناء سے ظاہر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت فرمائی کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''سب سے بڑا بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے''۔(۵۴)

حضرت جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو اُسے جنت کا راستہ بھلا دیا جائے گا''۔(۵۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ''جو مجھ پر درود بھیجنا بھول گیا تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت کا راستہ بھلا دے گا''۔(۵٦)

۵۳۔ لَوَاقِحُ الأنوار القُدسیّۃ، برقم: ۱۳۰، الإکثار من الصّلاۃ علی الرّسول ﷺ، ص ۲۰۳

۵۴۔ سُنَن التّرمذی، کتاب الدّعوات، باب قول رسول اللہ ﷺ "رَغِمَ أنفُ رَجُلٍ"، برقم: ۳۵٤٦، ٤/۳۹۰

۵۵۔ الشّفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الأول، الباب الرّابع، فصل فی ذمّ من لم یصلّ الخ، ص ۲۸٤

أیضاً فضل الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ للجھضمی، برقم: ٤۱۰٤، ص ۸٤

أیضاً القول البدیع، الباب الثّالث فی تحذیر من ترک الصّلاۃ علیہ عند ذکرہ ص ۱۵۱

۵٦۔ سُنَن ابن ماجۃ کتاب إقامۃ الصّلاۃ الخ، باب الصّلاۃ علی النّبیّ ﷺ برقم: ۹۰۸، ۱/٤۹۱

أیضاً المعجم الکبیر للطّبرانی، ۲/۱۸۰ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما

بھولو نہ اس کو میری جان دل سے رکھو مدام دھیان
سُن کے رسولِ حق کا نام بھیجو درود اور سلام
(مولانا حشمت علی رضوی)

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ جب چوتھائی رات گزر جاتی تو کھڑے ہوکر فرماتے اے لوگو! ذکرِ الٰہی کرو فتنہ وفساد کا وقت آ گیا، اور اُس کے پیچھے علاماتِ قیامت ظاہر ہوگئیں، موت اپنی تکلیفوں کے ساتھ آ گئی۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ پر بکثرت درود بھیجتا ہوں، تو میں آپ ﷺ پر درود کے لئے کتنا وقت مقرر کرلوں، فرمایا، جتنا چاہو، عرض کیا چوتھائی، فرمایا، جتنا چاہو اگر تم اس سے زیادہ کروتو بہتر ہے، عرض کی کیا تہائی، فرمایا، جتنا چاہو اگر اِس سے زیادہ کرلو تو بہتر ہے، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنا تمام وقت درود بھیجنے کے لئے وقف کرتا ہوں، فرمایا، ''اُس وقت کفایت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف ہوجائیں گے''۔(۵۷)

حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم ﷺ منبر پر چڑھے تو پہلی سیڑھی پر فرمایا، آمین، پھر جب دوسری سیڑھی پر قدم مبارک رکھا فرمایا، آمین، پھر جب تیسری سیڑھی پر جلوہ افروز ہوئے تو فرمایا، آمین، اُس وقت حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا تو جواباً ارشاد فرمایا کہ ''جبریل علیہ السّلام حاضر ہوئے اور کہا اے محمد! (ﷺ) جس کے سامنے آپ کا نام اقدس لیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے پھر وہ مر جائے تو اللہ عزّ وجلّ اُسے جہنم میں داخل کرے گا اور اُسے آپ سے دُور کردے گا، آپ نے فرمایا: آمین۔ اور کہا جس نے رمضان المبارک پایا

ایضاً الشفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الأول، الباب الرابع، فصل فی ذمّ من یصلّ علی النبیّ ﷺ و إثمه ص ۲۸٤
ایضاً الدرّ المنضود، الفصل الخامس فی ذکر عقوبات من لم یَصلّ علیه ﷺ، ص ۱۹۲، ۱۹۳

۵۷۔ سُنَن الترمذی، کتاب صفة القیامة و الرّقائق و الورع، باب (۲۳)، برقم: ۲٤٥۷، ۳٦۱/۳
ایضاً فضلُ الصّلاة علی النبیّ ﷺ للجهضمی، برقم: ۱٤، ص ٦۸

اور اُس نے اُس سے کچھ حصہ نہ لیا پھر وہ مر گیا تو اللہ عزّ وجلّ اُسے جہنم میں داخل کرے گا اور اُسے آپ سے دُور کرے گا، آپ نے فرمایا: آمین۔ اور کہا کہ جس نے والدین یا اُن میں سے کسی ایک کو پایا اور اُن کی خدمت نہ کی پھر وہ مر گیا تو اللہ عزّ وجلّ اُسے جہنم میں داخل کرے گا اور اُسے آپ سے دُور کردے گا، آپ نے فرمایا، آمین۔(۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے، تو اللہ عزّ وجلّ مجھ پر میری روح کو واپس کرتا ہے، پھر میں اُس کے سلام کا جواب دیتا ہوں''۔(۵۹)

۵۸۔ اِس حدیث شریف کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بروایت مجاہد امام طبرانی نے "المعجم الکبیر" (برقم: ۱۱۱۱۵، ٦۸/۱۱) میں اور سعید بن جبیر کی روایت سے "المعجم الکبیر" (برقم: ۱۲٥٥۱، ٦٥/۱۲، ٦٦) میں اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حافظ ہیثمی نے "کشف الأستار" کے کتاب الأذکار، باب الصّلاة علی النبیّ ﷺ (برقم: ۳۱٦٤، ٤۷/٤) میں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "کشف الأستار" کے مذکور باب (برقم: ۳۱٦۷، ٤۸/٤، ٤۹) میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "کشف الأستار" کے باب مذکور (برقم: ۳۱٦٦، ٤۹/٤) میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "کشف الأستار" کے باب مذکور (برقم: ۳۱٦۸، ٤۹/٤) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "کشف الأستار" کے مذکور باب (برقم: ۳۱٦۹، ٤۹/٤) میں، حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۲۹۱/۱۹، ۲۹۲، برقم: ٦٤۹) میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام طبرانی نے "المعجم الکبیر" (برقم: ۳۱٥، ۱٤٤/۹) میں روایت کیا ہے اور امام سیوطی نے اسے "الجامع الصغیر" (حرف المیم، برقم: ۷۹۸٦، ۱٦۰۳/٤) میں اور امام نبہانی نے "الفتح الکبیر"، (حرف المیم، برقم: ۱۰۷۳٦، ۹۸/۳) میں اور ابن القیم نے "جلاء الأفهام" (باب ما جاء فی الصّلاة علی رسول اللہ ﷺ، برقم: ۱۹، ص ۱۸) میں نقل کیا ہے۔

۵۹۔ سُنَن ابی داؤد، کتاب المناسك، باب زیارة القبور، برقم: ۲۰٤۱، ۳٦٦/۲
ایضاً المسند للإمام احمد، ۲۷/۲۔ ایضاً المعجم الأوسط للطبرانی، برقم: ۳۰۹۰
ایضاً السُّنَن الکبری للبیهقی، کتاب الحج، جماع أبواب الهدی، باب زیارة قبر النبیّ ﷺ، برقم: ۱۸۲۷۰، ٤۰۲/٥
ایضاً حیاة الأنبیاء للبیهقی، برقم: ۱٥، ص ۹٦، ۹۷

علامہ سید سعادت علی قادری نے "مطالع المسرات" سے نقل کیا (٦٠) کہ حضرت علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے درود شریف کو اپنی رضا اور قُرب حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ لہٰذا جو شخص جتنا درود پاک زیادہ پڑھے گا اُتنا وہی رضا اور قُرب کا حقدار قرار پائے گا اور اس بات کا مستحق ہو گا کہ اُس کے سارے کام آسان ہوں اور پورے ہوں اور اُس کے گناہ بخش دیئے جائیں اور اُس کی سیرت پاکیزہ ہو اور اُس کا دل روشن ہو۔ (٦١)

درود شریف پڑھنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

امام فخر الدین رازی شافعی فرماتے ہیں کہ درود شریف پڑھنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ انسان کی روح جبلی طور پر ضعیف ہے، پس درود پڑھنے سے اُس میں انوارِ الٰہی کی تجلیات قبول کر لینے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے، جس طرح آفتاب کی کرنیں مکان کے روشن دانوں

ایضاً مسند إسحاق بن راهويه مسند أبي هريرة، برقم: ٥٢٠، ص ٢٠٤ و قال محققه: رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبي صخر وهو صدوق قاله ابن حجر في "تقريب التهذيب"، برقم: ١٥٤٦، ١/٣٢٧
ایضاً أورده النووي في "الأذكار" "كتاب الصّلاة على النّبيّ ﷺ برقم: ٣٠٤ و صحّحه
ایضاً العسقلاني في "التّلخيص" "كتاب الحج، باب دخول مكة و بقية أعمال الحج إلى آخره، برقم: ١٠٧٧ (٧٠)، ٢/٥٤٢
ایضاً الهيثمي في "مجمع الزوائد"، كتاب الأدعية، باب الصّلاة على النّبيّ ﷺ الخ، برقم: ١٧٢٩٦، ١٠/١٨٤
ایضاً الهيتمي في "الدّرّ المنضود" الفصل الرّابع في فوائد الصّلاة الخ، ص ١٥٢ و قال: سند حسن: بل صحّحه النووي في "الأذكار"

٦٠۔ گلدستہ درود شریف، ص ٣٨، ٣٩

٦١۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان جزولی سملالی حسنی روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا "جس کی کسی حاجت کا پورا ہونا مشکل ہو جائے وہ مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھے تو اُس کے تمام غم و کرب دُور ہو جائیں گے رزق میں کثرت ہو گی اور حاجتیں پوری ہوں گی"۔ (دلائل الخیرات، فصل في فضل الصّلاة على النّبيّ ﷺ، ص ٢٥)

سے اندر جھانکتی ہیں، تو اُس مکان کے در و دیوار روشن نہیں ہوتے، لیکن اگر اُس مکان کے اندر پانی کا طشت یا آئینہ رکھ دیا جائے تو آفتاب کے عکس سے مکان کی چھت اور در و دیوار چمک اٹھتے ہیں، اس طرح اُمّت کی روحیں اپنی فطری کمزوری کی وجہ سے ظلمت کدہ میں پڑی ہوتی ہیں، وہ حضور ﷺ کی روحِ انور سے جو کہ سورج سے بھی روشن تر ہے، اُس کی نورانی کرنوں سے روشنی حاصل کر کے اپنے باطن کو چمکا لیتی ہیں، اور یہ استعداد صرف درود پاک سے حاصل ہوتی ہے جو پانی کے طشت یا آئینہ کی طرح ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً" (٦٢)

یعنی، قیامت کے دن مجھ سے قریب ترین وہ شخص ہو گا جو مجھ پر زیادہ درود بھیجتا ہو گا۔ (٦٣)

اے میرے مسلمان بھائیو! نبی کریم ﷺ پر بے شمار صلوٰۃ و سلام بھیجا کرو کہ یہ وہ عمل ہے جو سنّتِ الٰہیہ ہے کہ وہ اپنے حبیب ﷺ پر درود و سلام کے پھول نچھاور فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی یہی گلدستے پیش کرتے رہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ تم سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ تم بھی اُس کی اطاعت و فرمانبرداری کرو اور کثرت سے درود و سلام پڑھو۔ یہی وہ واحد عمل ہے جس کے مردود و مسترد ہونے یا نا مقبول ہونے کا شبہ تک نہیں کیا جا سکتا، اور سنو! یہی وہ واحد عمل ہے جو رفعِ درجات اور اللہ عزّ وجلّ اور اُس کے رسول ﷺ کا قُرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، یہی وہ عمل ہے جو نبی کریم ﷺ کی خوشی کا سبب ہے، جہنم سے آزادی کا پروانہ ہے، جس سے نبی کریم ﷺ خوش ہو گئے اُس پر اللہ تعالیٰ بھی راضی ہے۔

٦٢۔ سُنَن التّرمذي، أبواب الوتر، باب ما جاء في فضل الصّلاة على النّبيّ ﷺ برقم: ٤٨٤، ١/٣٥٦
ایضاً الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، كتاب الرّقائق، باب الأدعية برقم: ٩٠٨، ٢/١٣٣
ایضاً موارد الظّمآن، كتاب الأدعية، باب الصّلاة على النّبيّ ﷺ برقم: ٢٣٨٩، ص ٥٩٤
ایضاً الشّفا بتعريف حقوق المصطفى، القسم الأول، الباب الرابع، فصل في فضيلة الصّلاة على النّبيّ ﷺ الخ، ص ٢٨٢
ایضاً الدّرّ المنضود، الفصل الرّابع في فوائد الصّلاة الخ، ص ١٧٧

٦٣۔ معارج النّبوّة مقدمه فصل پنجم، در فضائل صلوات الخ، و وظيفه ثانيه در لطائف، آيه كريمه ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ﴾ الآية، اللّطيفة الأخرى ١/١٠٤ (و معارج النّبوّة ١/٣١٨)

نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں جب جبریل امین درود پڑھنے والوں پر انعامات کے نزول کی خبر لے کر آئے حضور نبی کریم ﷺ بے حد خوش و مسرور تھے، کہ اس میں اُمت کی مغفرت و بخشش اور درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے جیسا کہ حدیث ابی طلحہ میں پہلے گزرا (٦٤) اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب کریم ﷺ کو اُمت کی بخشش کا مژدہ دے کر خوش کر رہا ہے۔ سبحان اللہ شانِ مصطفیٰ ﷺ کی۔

خدا چاهتا هے رضائے محمد ﷺ

۲۳۔ ﴿یٰسٓ ○ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ○ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ○ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○﴾ (٦٥)

ترجمہ: حکمت والے قرآن کی قسم، بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔ (کنز الایمان)

''یٰسٓ'' کے بارے میں اقوال علماء

''یٰــــــسٓ'' کے متعلق علماءِ تفسیر کے متعدد اقوال ہیں: (۱) یہ سورت کا نام ہے، (۲) قرآن کے اسماء میں سے ہے، (۳) یہ اللہ تعالیٰ کا اسم پاک ہے، (۴) یٰـــسٓ کا معنی لغت ''طے'' میں ''یا انسان'' ہے اور اُس سے مراد انسانِ کامل یعنی حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہیں، (۵) رحمتِ عالمیان ﷺ کے اسماء مبارکہ سے ہے، (۶) ابوبکر وراق کہتے ہیں اس کا

٦٤۔ ملا واعظ کاشفی نے "معارج النبوۃ" میں نقل کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیہ کریمہ ﴿اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ الآیۃ﴾ نازل ہوئی تو نبی ﷺ کے مبارک چہرے کا رنگ انار کے دانوں کی طرح انتہائی خوشی سے کھل گیا اور فرمانے لگے مجھے مبارکباد پیش کرو کہ مجھ پر وہ آیت نازل ہوئی ہے جو میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے ہر چیز سے بہتر ہے ﴿اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ﴾ (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے خوشخبری سنتے ہی کہا 'ھَنِیْئًا لَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ' یا رسول اللہ! آپ کو یہ نعمت مبارک ہو۔ پھر صحابہ کرام مبارکباد دینے لگے الخ (معارج النبوۃ مقدمہ فصل پنجم، وظیفہ ثانیہ اللطیفۃ الاخریٰ، ١/١٠١ و معارج النبوۃ مترجم، ١/٣١١

٦٥۔ سورہ یٰسین: ٣٦/ ١ تا ٤

معنی ہے ''یَا سَیِّدَ الْبَشَر''۔ (٦٦)

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

اَللّٰہُ تَعَالٰی الْمُعْطِیْ وَ اَنَا الْقَاسِمُ فمنزلتہ ﷺ من العالم بأسرہ بمنزلۃ القلبِ من البدنِ فما الطف افتتاح قلب القرآن بقلب الأکوان (٦٧)

یعنی، حضور ﷺ نے فرمایا ''دینے والا اللہ تعالیٰ اور بانٹنے والا میں ہوں''، اِس حدیث پاک کے مطابق کائنات کے جسم میں حضور دل کی مانند ہیں۔ اور سورہ یٰسین قرآن کریم کا دل ہے (٦٨) اس سورۃ کا آغاز کتنا پیارا ہے اس سورت کا کہ قرآن کے دل کو ساری کائنات کے دل کے ذکر سے شروع کیا جا رہا ہے۔

کفارِ مکہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور طرح طرح کے الزامات تراشتے اور استحالے پیش کرتے، خداوندِ عالم قسم بیان فرما کر اپنے معظّم و مکرم رسول کی رسالت کی شہادت دے رہا ہے، فرمایا، اے انسان کامل، یا اے عرب و عجم کے سردار! مجھے اس قرآن حکیم کی قسم کہ آپ اُن برگزیدہ انسانوں میں سے ہیں جن کو میں نے رسالت سے سرفراز فرمایا ہے اور مجھے قرآن حکیم کی قسم ہے کہ آپ سیدھے راستے پر گامزن ہیں۔

اے حبیب! جب تیرا پروردگار تیری رسالت کی شہادت دے رہا ہے اور وہ بھی قرآن حکیم کی قسم بیان فرما کر، اس کے بعد اگر کوئی بدبخت تیری رسالت کو نہ مانے تو آپ اس پر رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔

٦٦۔ تفسیر القرطبی، سورۃ (٣٦) یٰسٓ، الآیۃ: ١، ٨/١٥/٤، ٥

ایضاً المواھب اللدنیۃ المقصد السادس، النوع الخامس، الفصل الرابع، ٣/٤٤٧

ایضاً مدارج النبوۃ، باب سوم، وصل از مناقب جلیلہ، ١/٦٥

٦٧۔ تفسیر روح المعانی، سورۃ (٣٦) یٰسین، باب الإشارۃ، ٢٣، ٢٤/٨٥، ٨٦

٦٨۔ المسند للإمام أحمد، ٥/٢٦

ایضاً سُنَن الدارمی، برقم: ٣٣١٦، ٢/٣٣٦

قسم بیان فرماتے ہوئے صرف ''و القرآن'' نہیں فرمایا، بلکہ ''و القرآن الحکیم'' فرمایا، یعنی قرآن جس کی قسم بیان کی جارہی ہے کہ یہ کوئی عام کتاب نہیں بلکہ یہ کتاب حکیم ہے یعنی یہ پُر از حکمت ہے یا یہ ایسی محکم کتاب ہے کہ باطل کسی گوشہ سے اس پر حملہ نہیں کرسکتا۔(٦٩)

نقّاش رحمۃ اللہ علیہ (٧٠) کہتے ہیں کہ کتاب مجید میں اللہ عزّ وجلّ نے کسی نبی کی رسالت کی قسم نہیں بیان فرمائی سوائے حضور ﷺ کے اور اس میں حضور ﷺ کی بڑی تعظیم و ترقی ہے۔(٧١)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الخ (٧٢)

یعنی، میں قیامت میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔(٧٣)

٦٩۔ تفسیر ابن کثیر، سورۃ یٰسین: ٣٦/١۔٢، ٣/٧٤٦

٧٠۔ یہ ابوبکر محمد بن الحسن بن محمد بن زیاد موصلی بغدادی مُقری، مفسّر ہیں (مسیل الحفاء عن الفاظ الشفاء، ص ٣٢)

٧١۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الأول، الباب الأول، الفصل الرابع، ص ٣٢

٧٢۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا ﷺ علی جمیع الخلائق، برقم:٦٠٠٤ ـ ٣/ (٦٢٧٨)، ص١١١٨
ایضاً سُنَن ابی داؤد، کتاب السّنۃ، باب فی التخییر بین الأنبیاء علیہم الصّلاۃ و السّلام برقم:٤٦٧٣، ٥/٣٦
ایضاً سُنَن الترمذی، کتاب المناقب، باب فضل النّبیّ ﷺ، برقم:٣٦١٥، ٤/٤٢٤
ایضاً سُنَن ابن ماجۃ، کتاب الزّھد، باب ذکر الشّفاعۃ برقم:٤٣٠٨، ٤/٥٦٥
ایضاً المسند للإمام أحمد: ٣/٢
ایضاً سُنَن الدّارمی، المقدمۃ باب ما أعطی النّبیّ ﷺ من الفضل، برقم:٥٢، ١/٢٤ و فیہ: "أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

٧٣۔ نبی ﷺ نے قیامت کے روز کی قید کیوں لگائی حالانکہ دنیا میں بھی تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں، نبی ﷺ کا یہ فرمان اِس طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ (سورۃ الفاتحۃ:١/٣) ترجمہ: ''روزِ جزا کا مالک''۔ حالانکہ دنیا میں دِلوں، راتوں غرض یہ کہ ہر شئی کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔تو روزِ قیامت کی قید کا مفاد یہ ہے کہ دنیا میں لاکھوں کروڑوں لوگ اللہ تعالیٰ کو مالک

امام احمد (٧٤)، ابو داؤد (٧٥)، نسائی (٧٦)، ابن ماجہ (٧٧)، اور طبرانی (٧٨) نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''یٰسین قرآن کا دل ہے، اور اس لئے اِس کا سورۃ کا نام سورۂ یٰسین رکھا'' اور فرمایا ''اِس سورۂ مبارک کے لئے حکم ہے کہ اِسے مرنے والوں پر تلاوت کرو''۔(٧٩)

اور ابونصر سجزی رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں، فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن کریم میں ایک سورت ہے، جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''عظیمہ'' ہے اور اُس کا پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کے حضور ایسا شرف والا ہے کہ قیامت کے دن (قبیلہ) ربیع و مُضر کے لوگوں سے زیادہ کی شفاعت کرے گا، وہ سورۂ یٰسین ہے''۔(٨٠)

امام بیہقی نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی کہ حضور ﷺ نے

نہیں مانتے اُس روز اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے کا ایسا ظہور ہوگا کہ جو دنیا میں مالک نہیں مانتے تھے وہ بھی مانیں گے، اِسی طرح لاکھوں کروڑوں انسان ایسے ہیں جو حضور ﷺ کو سردار نہیں مانتے اس روز جب آپ شفاعت کا تاج پہن کر مقامِ محمود پر جلوہ افروز ہوں گے تو جو دنیا میں آپ کو سردار نہیں مانتے وہ بھی مانیں گے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (سورۃ بنی إسرائیل:١٧/٧٩) ترجمہ: ''قریب ہے کہ تمہیں تمہارا ربّ ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں''۔

٧٤۔ المسند للإمام أحمد: ٥/٢٦

٧٥۔ سُنَن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب القراءۃ عند المیّت، برقم:٣١٢١، ٣/٣٢٠

٧٦۔ عمل الیوم و اللّیلۃ للنّسائی، ما یقرأ علی المیّت، برقم:١٠٨٣، ص٣٠٨

٧٧۔ سنن ابن ماجۃ کتاب الجنائز، باب ما جاء فیما یقال عند المریض الخ، برقم:١٤٤٨، ٢/٢٠٨، ٢٠٩

٧٨۔ المعجم الکبیر للطّبرانی، برقم:٥١١، ٢٠/٢٢٠، و برقم:٥٤١، ٢٠/٢٣٠، ٢٣١

٧٩۔ پوری روایت تمام کُتب مذکور میں نہیں ہے "سُنَن ابی داؤد" اور "سُنَن ابن ماجہ" میں صرف مرنے والوں پر سورۂ یٰسین تلاوت کرنے کا حکم ہے اور "سُنَن الدّارمی" (کتاب فضائل القرآن، برقم:٣٤١٦، ٢/٣٣٦) میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہر شئے کا دل ہوتا ہے اور قرآن کریم کا دل سورۂ یٰسین ہے۔

٨٠۔ تفسیر الحسنات، الجزء الثّانی و العشرون، سورۃ یٰسٓ، ٥/٦٠٧

فرمایا: ''سورۂ یٰسین توریت میں ''معمّہ'' کہلاتی ہے، اس کے پڑھنے والے کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہیں، اور یہ دنیا و آخرت کی بلاؤں سے حفاظت کرتی ہے، اور دنیا و آخرت کے ہَول سے محفوظ رکھتی ہے، اور ہر قسم کی مصیبتیں جو اُس کے لئے مقرر ہوں، دفع کرتی ہے اور اُس کی تمام حاجتیں پوری کرتی ہے''۔(۸۱)

اور حضرت عطاء بن ابی رباح روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دن کے ابتدائی حصہ میں سورۂ یٰسین کی تلاوت کی اُس کی حاجتیں پوری کر دی گئیں''، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جس نے صبح کے وقت سورۂ یٰسین کی تلاوت کی اُسے اس دن کی شام تک آسانی دے دی گئی اور اس جس نے رات کی ابتداء میں پڑھی تو اُسے اس رات کی صبح تک آسانی دے دی گئی۔(۸۲)

ترمذی(۸۳)، دارمی (۸٤) اور احمد(۸٥)حدیثِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ''جو سورہ یٰسین پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے دس قرآن پڑھنے کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

بعض نے ذکر کیا ہے جو سورۂ یٰسین پڑھے، اُسے اللہ تعالیٰ بائیس قرآن کی تلاوت کا اجر عطا فرماتا ہے۔(۸٦)

اور بیہقی ''شعب الإیمان ''میں ابوقلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں جو کبار تابعین سے ہیں: ''جو سورہ یٰسین ایک بار تلاوت کرے اُس نے گویا گیارہ قرآن ختم کئے''۔(۸۷)

۸۱۔ تفسیر الحسنات، الجزء الثانی و العشرون، سورۃ یٰسٓ، ٦۰۷/٥

۸۲۔ الأنوار اللّامعۃ، کتاب فضائل القرآن، فضل سورۃ یٰسٓ، برقم:۹۸۱۳۔(٤٥۷/۲)و ۹۸۳۲(٤٥۷/۲)، ٤/۳٤٤

۸۳۔ سُنَن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل یٰسٓ، برقم:۲۸۸۷، ٤/۱۰۰۹

۸٤۔ سُنَن الدّارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل یٰسٓ، برقم:۳٤۱٦، ۲/۳۳٦

۸٥۔ المسند للإمام أحمد، ٥/۲٦

۸٦۔ الجامع لشعب الإیمان، ذکر سورۃ یٰسین، برقم:۲۲۳۷، ٤/۹٦۔۹۷

۸۷۔ الجامع لشعب الإیمان للبیهقی، ذکر سورۃ یٰسٓ، برقم:۲۲۳۹، ٤/۹۸۔۹۹

ایک حدیث مرفوع سے بھی جس کے راوی ابن عباس، معقل بن یسار، عقبہ بن عامر اور ابو ہریرہ اور انس رضی اللہ عنہم ہیں دس بار قرآن پڑھنے کا اجر ثابت ہے۔(۸۸)

وہ خُدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر کلام و بقا کی قسم
ترا مسند ناز ہے عرشِ بریں ترا محرمِ راز ہے روح الامین
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خُدا کی قسم

(حدائق بخشش)

جب بھی کسی بدبخت نے نبی کریم ﷺ کی شان میں کچھ نازیبا کلمات کہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کی شان کو بلند و بالا کر کے اُن بدبختوں کو جواب عطا فرمایا۔ یہ کتنی بڑی فضیلت ہے کہ جب کفّار نے حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت کا انکار کیا، اللہ تعالیٰ نے قسم بیان فرما کر اُن کی رسالت کی تصدیق فرمائی اور محبوب ﷺ کے دل کو تسلی دی کہ اے محبوب! آپ غمزدہ نہ ہوں آپ تو میرے رسول ہیں اور آپ سیدھی راہ پر ہو یہ کفّار بھٹکے ہوئے، راہ سے بےخبر ہیں۔ سبحان اللہ

خدا بڑھاتا ہے شانِ محمد ﷺ

۴۴۔ ﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۝﴾ (۸۹)

ترجمہ: تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بےشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بےشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔(کنز الایمان)

شانِ نُزول: (۱) بعض مُشرکین نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ آپ کا دین تو برحق

۸۸۔ تفسیر الحسنات، الجزء الثانی و العشرون، سورۃ یٰسٓ، ٦۰۷/٥

۸۹۔ سورۃ الزمر:۳۹/٥۳

ہے لیکن اگر ہم مسلمان ہوجائیں، کیا ہمارے زمانۂ کفر کے گُناہ معاف ہوجائیں گے۔(۹۰)

(۲) حضرت وحشی جو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل ہیں، انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت پاک میں کہلا بھیجا اگر میں ایمان قبول کرلوں تو کیا میرے گُناہ معاف ہوجائیں گے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔(۹۱)

اِس آیت میں بتایا گیا کہ جس نے میرے پیارے محبوب کریم ﷺ کی غلامی اختیار کرلی، اُس کا اسلام اُس کے پچھلے گناہوں کا کفّارہ ہوگیا، اور جس نے میرے محبوب ﷺ کی غلامی میں ہوتے ہوئے اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے توبہ کی اُس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے بشرطیکہ سچے دل سے توبہ کرے، اور رحمتِ باری سے نااُمیدی فی نفسہٖ گناہ ہے اور تائب کی شان میں فرمایا:

"اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ" (۹۲)

۹۰۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، الزمر، باب **﴿یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا﴾** الآیۃ برقم: ۴۸۱۰، ۲۷۰/۳
ایضاً صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب کون الإسلام یھدم ما قبلہ الخ، برقم: ۱۲۲، ص۷۸
ایضاً تفسیر ابن کثیر، سورۃ (۳۹) الزمر، الآیۃ: ۵۳، ۷۳/۴، ۷۴
ایضاً تفسیر روح البیان، سورۃ (۳۹) الزمر، الآیۃ: ۵۳، ۱۶۹/۸
ایضاً خزائن العرفان، سورۃ الزمر، ص۵۵۲

۹۱۔ المعجم الکبیر للطبرانی، برقم: ۱۱۴۸۰، ۱۵۷/۱۱، ۱۵۸
ایضًا لباب النقول للسیوطی، سورۃ (۳۹) الزمر، الآیۃ: ۵۳، ص۲۷۲
ایضاً تفسیر زاد المسیر، سورۃ (۳۹) الزمر، الآیۃ: ۵۳، ۵۹/۷/۴
ایضاً الدُّرُّ المنثور، سورۃ (۳۹) الزمر، الآیۃ: ۵۳، ۲۰۲/۷، ۲۰۳
ایضاً روح البیان، سورۃ (۳۹) الزمر، الآیۃ: ۵۳، ۱۶۹/۸

۹۲۔ سُنَن ابن ماجۃ، کتاب الزھد، باب ذکر التوبۃ، برقم: ۴۲۵۰، ۵۳۴/۴
ایضاً السُّنَن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الشھادۃ، باب شھادۃ القاذف، برقم: ۲۰۵۶۲، ۲۰۵۶۳، ۲۵۹/۱۰، ۲۶۰
ایضاً حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم، ۲۱۰/۴
ایضاً نقلہ التبریزی فی "مشکاتہ" فی الدعوات (باب الاستغفار و التوبۃ، الفصل الثالث)، برقم: ۲۳۶۳، ۱_۲/۲۴۱

یعنی، گُناہ سے توبہ کرنے کے بعد تائب ایسا ہوجاتا ہے گویا اُس کے ذمہ کوئی گُناہ ہی نہیں۔

اور توبہ کے لئے اُس گُناہ کا ترک ضروری ہے کہ جس سے توبہ کررہا ہے نیز اس گُناہ کے نہ کرنے کا مصمم ارادہ ضروری ہے، چنانچہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ رعشہ کی بیماری میں مبتلا ہوگیا، اطبّاء مایوس ہوگئے، بادشاہ نے ایک فقیر سے دعا کے لئے عرض کیا، فقیر نے کہا کہ میری دُعا پر تیرے مظلوم قیدیوں کی بددعائیں غالب آگئی ہیں، پہلے مظلوموں کو آزاد کر، اُس پر توبہ کر، بادشاہ نے قیدیوں کو آزاد کردیا، فقیر نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، مولیٰ کریم تیرا بھاگا ہوا غلام حاضر ہے، اُسے قبول فرمالے، فوراً آرام آگیا۔(۹۳)

توبہ کرنے والے ایک فقیر کا واقعہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت ایک چنگی فقیر گویا فاسق تھا وہ بوڑھا ہوگیا، اور چنگ بجانے کے قابل نہ رہا، فاقہ (بھوک) سے مرنے لگا تو قبرستان میں جا کر کہا کہ خُدایا تو بڑا رحیم کریم ہے، تو مجھ پر رحم و کرم فرما، تو میری توبہ قبول فرما، مجھے بخش دے، چنگ پھینک دی، روتے روتے بیہوش ہوگیا، ادھر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہوا ہمارا بندہ خاص جنت البقیع میں بھوکا ہے، اُس کو سات سو درہم دے آؤ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قبرستان آئے تو سوائے چنگی بے ہوش کے کسی کو نہ پایا، بار بار یہی خیال دل میں لاتے یہ فاسق فاجر چنگی مردِ خُدا کیسے ہوسکتا ہے، آپ کی چھینک سے چنگی کی آنکھ کھلی، چنگی نے خلیفہ کو سرہانے بیٹھے پایا، خوف سے چاہا بھاگ جائے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بازو پکڑ کر تھیلی پیش کی اور پیغام پہنچایا، چنگی اس کرم الٰہی کو دیکھ کر جاں بحق ہوگیا۔(۹۴)

۹۳۔ بوستانِ سعدی، حکایت در بیں معنی، ص۴۴، ۴۵، و بوستان، باب اول، ص ۴۱، ۴۲، ط۔ایران

۹۴۔ یہ واقعہ مولانا روم نے اپنی "مثنوی" کے حصہ سوم میں عنوان "داستان پیر چنگی کہ در عہد عمر الخ" کے تحت بیان فرمایا اور علامہ اویسی نے اسے "صدائے لوئی شرح اُردو مثنوی" (حصہ سوم، ص۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰) میں اور مفتی احمد یار خان نعیمی نے "مواعظ نعیمیہ" (حصہ دوم، وعظ: ۳۴، مسئلہ کا توبہ کا بیان، ص۱۹۸) میں ذکر کیا ہے۔

اور اس آیہ کریمہ کا آغاز "قُلْ یَا عِبَادِی" سے ہوا اور اس کے متعلق مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

بندہ خواند احمد در رشاد جملہ عالم بخواں قُل یا عباد

یعنی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سارے عالَم کو اپنا بندہ فرمایا، قرآن میں پڑھ لو "قُل یا عِباد"

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی "رسالہ فحہ مکیہ ترجمہ شائم امدادیہ" میں فرماتے ہیں کہ "عِبَادُ اللّٰہ" کو "عِبَادُ الرَّسُوْل" کہہ سکتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ﴾ مرجع ضمیر متکلم نبی کریم ﷺ ہیں۔

مُحب طبری "الرِّیَاضُ النَّضِرَۃ" میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر سرِ منبر خطبہ میں فرمایا:

قَدْ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَکُنْتُ عَبْدَہٗ وَ خَادِمَہٗ (٩٥)

یعنی، میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھا پس میں آپ کا بندہ اور غلام تھا۔ (٩٦)

٩٥۔ الرِّیاض النّضرۃ الباب الثّانی فی مناقب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ الفصل التاسع، ٢/٢١٥

٩٦۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو نفع مجھے ابو بکر کے مال نے دیا ہے اتنا کسی کے مال نے نہیں دیا" یہ سُن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگ گئے اور عرض کرنے لگے "نہیں ہوں میں اور میرا مال مگر آپ کے اے اللہ کے رسول یعنی میں بھی آپ کا اور میرا مال بھی آپ کا (سُنَن ابن ماجہ، المقدمہ، باب فضائل اصحاب النبیّ ﷺ، برقم: ٩٤، ١/٧٨) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب کے تحت محشی صحاح ستہ علامہ ابو الحسن کبیر سندھی نے لکھا کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں ادب اور تواضع کی رعایت کو دیکھئے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں مثلِ غلام کے قرار دیا اور ادب اسی طرح ہوتا ہے، پس یہ نبی ایمان والوں کا اُن کی جانوں سے زیادہ محبوب و مالک ہے (حاشیۃ السِّندی علی السُّنَن لابن ماجۃ، ١/٧٨) اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ کو حضور ﷺ کا عبد ہی سمجھا کرتے تھے اور زبان سے بھی کہا کرتے تھے جیسا کہ متن میں مذکور "مثنوی" کی عبارت سے ظاہر ہے۔

"مثنوی شریف" میں وہ واقعہ نقل ہے جب کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید کر لائے اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو عرض کی:

گفت ما دو بندگانِ کوئے تو کردمش آزاد ہم بروئے تو

(مثنوی مولانا روم)

یعنی، عرض کیا کہ ہم دونوں آپ کی بارگاہ کے بندے ہیں، میں اُن کو آپ کی بارگاہ میں آزاد کرتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ تمام کائنات کے مالک اور حامی و ناصر ہیں، اور کُل کائنات آپ کی عیال ہے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میری ماں نے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ہماری یتیمی کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اَلْعَیْلَۃَ تَخَافِیْنَ عَلَیْہِمْ وَ اَنَا وَلِیُّہُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ" (٩٧)

یعنی، کیا اُن پر محتاجی کا اندیشہ کرتی ہے حالانکہ میں اُن کا والی و کارساز ہوں دنیا و آخرت میں۔

شیخ الحدیث ابو الفتح نصر اللہ خان صاحب "مقدمہ عید میلاد النبی ﷺ" میں لکھتے ہیں:

"وجودِ کائنات آپ ہی کے وجودِ وجود پر مبنی ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو یہ سب نقوشِ غریبہ اور یہ سب احکام کائنات عالم وجود میں نہ آتے، نہ ہی اُن میں سے کچھ ہوتا، پس جو بھی فیوض و کمالات یا آثار و احکام رہے یا ہیں یا رہیں گے، وہ سب کے سب آپ ﷺ ہی کے وجود سراپا جود پر ہی مبنی ہیں، آپ کے جود و جود کے احکام و آثار ہیں، خلاصہ یہ کہ وجودِ موجودات کے لحاظ سے آپ ﷺ کائنات کے حقیقی باپ ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے ازواجِ مطہرات کو ایمان والوں کی مائیں قرار دے کر اُمہات المؤمنین کے لقب سے نواز دیا فرمایا:

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَ اَزْوَاجُہٗ اُمَّہٰتُہُمْ ط﴾ الآیہ (٩٨)

٩٧۔ امام احمد نے "المسند" (١/٤٠٤، ٤٠٥) میں اس حدیث شریف کو حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے لکھا ہے فرماتے ہیں ہماری والدہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور ہماری یتیمی کا ذکر تو حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔

٩٨۔ سورۃ الاحزاب: ٣٣/٦

کہ یہ نبی ایمان والوں کا اُن کی جانوں سے زیادہ محبوب و مالک، زیادہ
قریب و مددگار ہیں کہ اَولیٰ میں یہ تمام معنی موجود ہیں۔

معنی یہ ہوئے کہ مومن نبی پاک کو اپنی جان سے زیادہ قریب و بہتر مالک و محبوب تر سرپرست پائے گا، پس ایمان والوں کا اہم فریضہ یہ ہے کہ نبی پاک کو اپنی جانوں سے بہتر و بالا عزیز تر جان کر اپنی جانوں کو اپنے اور نبی پاک کے درمیان حائل و مانع نہ ہونے دیں، بلکہ اپنے جانوں کو بصد خوشی نبی پاک کی خوشنودی پر نثار کر دیں، تاکہ ہمیشہ نجات کا سہرا اُن کے سر پر رہے اور اگر اُن کی جانیں مانع رہیں تو اس مانع کی بنا پر سرورِ دوسرا سے محجوب رہیں گے، نجات نہ پائیں گے، کیونکہ نجات اسی میں ہے کہ سرورِ دوسرا علیہ التحیۃ والثناء کو اپنوں اور اپنی جانوں کا مالک جانیں کہ سرورِ دوسرا ہی خالقِ عالم کے مظہرِ اعظم اور تمام کائنات و عالم کے شہنشاہِ معظم ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر جان کا اثرِ وجود ہے اور ہر جان سرورِ دوسرا علیہ التحیۃ والثناء کا جود، پس ہر جان و ہر اثرِ جان یعنی وجود کا منشاءِ جود آپ ہی ہیں، تو آپ تمام کائنات و موجودات کے حقیقی باپ ہوئے اور احترام و توقیر میں ازواجِ مطہرات ایمان والوں کی مائیں ہوئیں، مقصدِ بالا کو سرورِ دوسرا علیہ التحیۃ والثناء کے کلماتِ طیبات اس طرح واضح فرما رہے ہیں:

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَ أَنَا أَوْلَى بِهِ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ، اقْرَؤُا إِنْ شِئْتُمْ ﴿النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ مَاتَ وَ تَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا، فَإِنْ تَرَكَ دَيْناً، أَوْ ضِيَاعاً فَلْيَأْتِنِي وَ أَنَا مَوْلَاهُ (۹۹)

۹۹۔ صحیح البخاری، کتاب الکفالۃ، باب الدَّین، برقم: ۲۲۹۸، ۲/ ۶۸، و کتاب فی الاستقراض الخ، باب الصَّلاۃ علی من ترك دیناً، برقم: ۲۳۹۹، ۲/ ۹۷، و کتاب التفسیر، سورۃ الأحزاب، برقم: ۴۷۸۱، ۳/ ۳۵۹، وکتاب الفرائض، باب قول النّبیّ ﷺ "من ترك مالاً فلأھله"، برقم: ۶۷۳۱، ۴/ ۲۶۵، و باب ابنَی عَمٍّ: أحدھما أخ للأم، برقم: ۶۷۴۵، ۴/ ۲۶۹
أیضاً صحیح مسلم، کتاب الفرائض، باب من ترك مالاً فلو ورثته، برقم: ۱۶۱۹، ص ۷۷۹، و اللّفظ للبخاری

یعنی، کوئی ایسا مومن ایمان والا نہیں جس کا میں اُس کے اور اُس کے دنیا و آخرت کے سارے معاملات میں اُس کی جان سے زیادہ مالک رہا ہوں بلکہ میں دنیا و آخرت میں اُس کے اور اُس کے تمام معاملات میں اُس کی جان سے زیادہ مالک رہا ہوں۔

کلمہ ''بہ'' میں اشارہ بلکہ تصریح اس بات کی ہے کہ اس کی جان کا بھی میں مالک رہا ہوں اس کے بعد فرمایا میرے فرمودات کی شہادت تو خود قرآن دے رہا ہے، چاہو تو پڑھ لو ﴿النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ (فرمایا) پس جو مومن مر جائے اور مال چھوڑ جائے اور اُس کا رشتہ دار کوئی ہو، اُس کا وارث رہے گا، اگر قرض چھوڑ جائے یا ضائع شی جیسی اولاد چھوڑے تو وہ میرے حضور حاضر ہو اور میری جانب رُخ کرے کہ میں ہی اُس کا آقا و سرپرست ہوں اور مددگار رہوں اور رہوں گا''۔ (۱۰۰)

''خصائص کبریٰ'' میں حدیثِ مشاورت میں ہے کہ امام احمد، ابوبکر شافعی (فی الغیلانیات)، ابونعیم و ابن عساکر نے حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اتنا طویل سجدہ فرمایا کہ ہم نے گمان کیا کہ اُس سجدہ میں آپ کی مبارک روح قبض کر لی گئی ہے، پھر جب آپ نے سر مبارک اٹھایا تو فرمایا ''میرے ربّ نے میری اُمّت کے بارے میں مجھ سے مشورہ فرمایا کہ اُن کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے، میں نے عرض کیا اے ربّ! تو نے پیدا کیا اور تیرے بندے ہیں جو تُو چاہے، پھر حق تعالیٰ نے دوسری مرتبہ مجھ سے مشورہ فرمایا کہ اُن کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے اور میں نے اس بار بھی وہی عرض کیا، پھر حق تعالیٰ نے تیسری بار مشورہ فرمایا اور میں نے وہی عرض کیا، اُس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا، میں تمہاری اُمّت کے بارے میں ہرگز تم کو رُسوا نہ کروں گا، اور مجھے بشارت دی کہ سب سے پہلے میرے ساتھ میری اُمت کے ستر ہزار جنت میں داخل ہوں گے اور اُن میں ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے جن سے کوئی حساب نہ لیا جائے گا اُس کے بعد میرے پاس فرشتہ بھیجا کہ دعا کیجئے قبول کی جائے گی، اور مانگئے عطا کیا جائے گا اور مجھے یہ عطا کیا گیا کہ وہ

۱۰۰۔ عید میلاد النبی کا بنیادی مقدمہ، ص ۶، ۷، ۸

میرے سبب سے میرے اگلے پچھلوں کے گناہ بخشے گا، اور میں زندہ صحیح چلتا پھرتا ہوں اور میرے سینے کا شرح فرمایا اور یہ کہ مجھے بشارت دی کہ میری اُمت رُسوا نہ کی جائے گی اور نہ مغلوب ہوگی اور یہ کہ مجھے حوضِ کوثر عطا فرمایا جو کہ جنت کی ایک نہر ہے، اور میرے حوض میں بہہ کر آئی ہے اور یہ کہ مجھے قوت، نُصرت، رُعب عطا فرمایا، جو میرے آگے ایک ماہ کی مسافت تک دوڑتا ہے اور یہ کہ مجھے بتایا گیا کہ میں جنت میں تمام نبیوں سے پہلے داخل ہونے والا ہوں، میری اُمت کے لئے مالِ غنیمت حلال کیا گیا اور ہمارے لئے بہت سی وہ سختیاں جو ہم سے پہلے لوگوں پر تھیں کھول دی گئیں اور ہم پر دین میں کوئی تنگی نہ رکھی گئی تو میں نے اظہارِ تشکّر کے لئے سجدہ ادا کیا"۔ (۱۰۱)

پس ان تصریحات سے ثابت ہوا، اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو حضور نبی کریم ﷺ کا بندہ فرما کر نبی کریم ﷺ کو اُمت کے بارے میں راضی فرمایا کہ آپ کی اُمت کا معاملہ آپ کی رضا پر ہوگا۔ ﷺ

خدا چاھتا ھے رضائے محمد ﷺ

۴۵۔ ﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا﴾ (۱۰۲)

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سُناتا، تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ (کنز الایمان)

اِس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے محبوب ﷺ کی چند صفات بیان فرمائیں پھر ایمان کا ذکر فرمایا اور ساتھ ہی اپنے پیارے کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا تھا، پھر بعد میں اپنی یاد کا ارشاد فرمایا، نبی کریم ﷺ کی چند صفات کاملہ کا ذکر فرمایا:

شاھد : ارشاد فرمایا اے میرے نبی! ہم نے تجھے شاہد بنایا، شاہد کا معنیٰ گواہ ہے اور گواہ

۱۰۱۔ الخصائص الکبریٰ باب اختصاصہ ﷺ بأن امته وضع عنهم الأمر الخ، ۲/ ۲۱۰، ۲۱۱

۱۰۲۔ الفتح:۴۸/ ۸، ۹

کے لئے ضروری ہے کہ جس واقع کی وہ گواہی دے رہا ہے، وہ وہاں موجود بھی ہو، اور اُن کو اپنی آنکھوں سے دیکھے بھی چنانچہ امام راغب اصفہانی نے "مفردات" میں لکھا ہے:

اَلشُّهُوْدُ و الشَّهَادَةُ: اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ، إِمَّا بِالْبَصَرِ، أَوِ الْبَصِيْرَةِ (۱۰۳)

یعنی، شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور وہ اُسے دیکھے بھی خواہ آنکھوں کی بینائی سے یا بصیرت کے نُور سے۔

یہاں ایک بات قابلِ غور ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا کہ ہم نے تجھے شاہد بنایا لیکن کس چیز کا شاہد بنایا اُس کا ذکر نہیں کیا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی ایک چیز کا ذکر کر دیا جاتا تو شہادتِ نبوت وہاں محصور ہو کر رہ جاتی، اور یہاں اس شہادت کو کسی ایک امر پر محصور کرنا مقصود نہیں بلکہ اُس کی وسعت کا اظہار مطلوب ہے، مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اُس کی تمام صفاتِ کمالیہ پر گواہ ہیں کیونکہ جب ایسی باکمال ذات اور ہمہ صفت موصوف ہستی یہ گواہی دے رہی ہو کہ "لا الہ الا اللہ" تو کسی کو اُس دعوت کے حق ہونے میں شک نہیں رہتا۔ دولت، حکومت، شخصی وجاہت، علم اور فضل و کمال یہ ایسے حجابات ہیں جن میں لوگ کھو جاتے ہیں اور اپنے خالق کریم کی ہستی سے غافل ہو جاتے ہیں، حضور ﷺ کی اس شہادت سے وہ سارے حجابات تار تار ہو گئے اور اس جلیل القدر نبی عظیم القدر رسول کی شہادتِ توحید کے بعد کوئی سلیم الطبع آدمی اس کو تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرے گا، حضور ﷺ اُس کے عقائد، اُس کے نظامِ عبادات و اخلاق اور اُس کے سارے قوانین کی حقانیت کے بھی گواہ ہیں، اسی کی اتباع و پیروی میں فلاحِ دارین مضمر ہے، جب قیامت کے روز سابقہ اُمتیں اپنے انبیاء کی دعوت کا انکار کر دیں گی کہ نہ اُن کے پاس کوئی نبی آیا نہ کسی نے اُن کو دعوت دی، نہ کسی نے انہیں گناہوں سے روکا، اُس وقت بھرے مجمع میں اللہ تعالیٰ کے محبوب ہمارے آقا و مولا ﷺ انبیاء کی صداقت کی گواہی دیں گے کہ اے اللہ! تیرے نبیوں نے تیرے احکام پہنچائے، اور تیری طرف بلانے میں انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی، یہ لوگ جو آج تیرے

۱۰۳۔ مفردات الفاظ القرآن، کتاب الشین، ص ٤٦٥

انبیاء کی دعوت کا سرے سے انکار کر رہے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نبیوں پر پتھر برسائے، اُن کو طرح طرح کی اذیتیں دیں، انہیں جھٹلایا اور بعض نے تو تیرے نبیوں کو شہید تک کر دیا جب کہ وہ اُن لوگوں کے سراسر خیر خواہ بھلائی چاہنے والے ہیں انہیں عذاب خداوندی سے بچانا چاہتے تھے۔

حضور ﷺ اپنی اُمّت کے اعمال پر گواہی دیں گے

اس کے علاوہ حضور ﷺ اپنی اُمت کے اعمال پر گواہی دیں گے کہ فلاں نے کیا کیا اور فلاں سے کیا غلطی سرزد ہوئی، چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''شاھِداً علٰی اُمّتِکَ ''یعنی حضور ﷺ اپنی اُمت پر گواہی دیں گے، اپنی اس تفسیر کی تائید میں انہوں نے یہ روایت پیش کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہر روز صبح وشام حضور ﷺ کی اُمت حضور ﷺ پر پیش کی جاتی ہے اور حضور ہر فرد کو اُس کے چہرے سے پہچانتے ہیں اسی لئے حضور ﷺ ان پر گواہی دیں گے۔(۱۰۴)

علامہ ابن کثیر نے اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا کہ

> حضور اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں کہ اُس کے بغیر کوئی معبود نہیں اور قیامت کے روز لوگوں کے اعمال پر آگاہ فرما دیا ہے اور حضور نے انہیں دیکھا ہے اس لئے حضور شاہد ہیں۔ (۱۰۵)

اس قول کی تائید میں علامہ آلوسی نے مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ کا یہ شعر نقل کیا ہے:

در نظر بودش مقاماتِ العباد　　　زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد　　(۱۰۶)

یعنی، بندوں کے مقامات حضور ﷺ کی نگاہ میں ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا

۱۰۴۔ تفسیر المظھری، سورۃ الأحزاب، ۱۴۵/۳۳، ۳۵۶/۷

۱۰۵۔ تفسیر ابن کثیر، سورۃ (۳۳) الأحزاب، الآیۃ:۶۵۹/۳

۱۰۶۔ روح المعانی، سورۃ الأحزاب، الآیۃ ۱۵/۳۳، ۲۱، ۳۰۴/۲۲، ۳۰۵

اسم پاک ''شاہد'' رکھا ہے۔

''تفسیر الحسنات'' میں ہے کہ اس آیہ کریمہ میں حضور کو شاہد فرما کر تنوین تنکیر کے ساتھ شاہد مطلق بنایا، اور شاہد کے معنی حاضر کے ہیں، تو گویا با الفاظ دیگر یوں ارشاد ہو: ''اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ حَاضِراً'' اور جو حاضر ہوتا ہے اُس کا ناظر ہونا لازمی ہے، بعض کوتاہ اندیش حاضر و ناظر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تساوی کا الزام دیتے ہیں۔

حالانکہ علامہ شامی (۱۰۷) نے حافظ الدین محمد بن محمد شہاب کردوی حنفی متوفی ۸۲۷ھ (۱۰۸) کے حوالے سے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنے والے پر کُفر کا حکم نہ لگایا جائے اس لئے لفظ حاضر و ناظر کی تاویل ''یَا عَالِمُ مَنْ یَرَاہُ'' ہو سکتی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ نہ حاضر اور نہ ناظر اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں حاضر و ناظر استعمال نہیں کیا گیا، ننانوے اسماءِ حُسنیٰ جو لکھے گئے ہیں، اُس میں حاضر ناظر نہیں، اس لئے کہ یہ صفت اُس کی ہے، جس میں غائب ہونے کی اہلیت ہو اور ناظر اُس کی صفت ہے جو مقلۂ چشم سے دیکھنے کا محتاج ہو، اللہ تعالیٰ نہ مقلۂ چشم کا محتاج اور نہ کبھی غائب و معدوم، لہٰذا ثابت ہوا کہ حاضر و ناظر بندے ہی کو کہہ سکتے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو تو ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا﴾ کے معنی ''حَاضِراً'' بالکل صحیح ہیں، اور جو حاضر ہے اُس کو ناظر ماننا لازمی ہے تو ''شَاھِداً'' کے ماتحت ''حَاضِراً نَاظِراً'' کہنا صحیح ہوگا۔

اور یہ جہالت خالص ہے کہ جو حاضر و ناظر اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ لگاتے ہیں وہ عالم ہے وہ کائنات کا دیکھنے والا ہے، مگر کسی آلہ کا محتاج نہیں اور جب محتاج آلہ نہیں تو اُس کو ناظر کہنا غلط ہے اس لئے کہ ناظر کی لُغت ہی اس کے لئے ہے جو مقلۂ چشم کا محتاج ہو، اللہ تعالیٰ نے مقلۂ چشم اور مردمک حتیٰ کہ عین جسے کہا جاتا ہے سب بنائیں اور نہ وہ آنکھ کا محتاج نہ کان کا محتاج بلکہ وہ ذات ہے، جن کی صفت غزالی نے ''احیاء العلوم'' میں کی کہ:

۱۰۷۔ ردّ المحتار علی الدُّر المحتار، کتاب الجھاد، باب المرتد مطلب: فی معنی درویش درویشان، ۱۲۶/۱۳

۱۰۸۔ الفتاویٰ البزازیۃ، کتاب الفاظ تکون إسلاماً أو کفراً الخ، الحادی عشر فیما یکون خطاء، نوع آخر، ۳۴۷/۶

"سَمِيْعٌ لَا بِالْأُذُنِ بَصِيْرٌ لَا بِالْأَعْيُنِ" (۱۰۹)

جو بغیر کان کے سنتا ہے بغیر آنکھ کے دیکھتا ہے۔ (۱۱۰)

"روح البیان" میں ہے کہ حضور علیہ السلام تمام عالَم کے پیدا ہونے سے پہلے ربّ کی وحدانیت اور ربوبیّت کو مشاہدہ فرماتے تھے اور جو ارواح نفوس، اجسام، حیوانات، نباتات، جمادات، جن، شیاطین، فرشتے اور انسان پیدا کئے گئے، اُن کے پیدا ہونے کو ملاحظہ فرما رہے تھے، اِسی طرح تمام مخلوقات کے ہر ہر کام اور سزا و جزا شیطان کا اول عابد ہونا، بعد میں گمراہ ہونا، حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش کے بعد اُن کی توبہ کا قبول ہونا، جنت میں رہنا، بعد میں زمین پر آنا، انبیاء علیہم السلام کا دنیا میں آنا، اُن کا تبلیغ فرمانا، قوموں کا ان کے ساتھ اچھا برتاؤ یا بُرا سلوک کرنا، غرضیکہ ایک ایک واقعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیشِ نظر تھا، اِسی لئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"عَلِمْتُ مَا كَانَ وَ مَا سَيَكُوْنُ"

یعنی، میں نے جان لیا جو کچھ ہو چکا اور ہوگا۔

اور کیوں نہ ہوتا کہ دنیا کا وجود آپ کے وجود سے ہے، اور ہر نبی کے عُلوم، حضرت آدم علیہ السلام کے صحیفے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب، تمام پیغمبروں کے عُلوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عُلوم کا حصہ ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ علم کا قول ہے کہ دنیا میں ہر نیک بخت پر کرم مصطفیٰ ﷺ رہتا ہے، اور حضوری رقیب اور عتید ہیں جب کبھی حضور علیہ السلام کسی سے بے توجہی فرما لیتے ہیں، تو لغزش یا گناہ کرتا ہے حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش کا صادر ہونا اس سبب سے ہوا کہ توجہ محبوب علیہ السلام کچھ ہٹ گئی تھی، اور اِس کی طرف اُس حدیث میں اشارہ ہے کہ جو زانی

۱۰۹۔ بعینہٖ یہی الفاظ مجھے "احیاء العلوم" میں نظر نہیں آئے جو الفاظ ملے اُن کا مفہوم بھی یہی ہے اور وہ یہ ہیں کہ "و إنه تعالیٰ سميع بصير يسمع و يرى، يرى من غير حدقة و أجفان و سميع من غير أصمخة و آذان (احياء علوم الدين، كتاب قواعد العقائد، الفصل الأول، السمع و البصر، ۱/۱۱۹)

۱۱۰۔ تفسير الحسنات، الجزء السادس و العشرون، سورة الفتح، ٦/٦٩

زنا کرتا ہے تو اُس سے ایمان نکال لیا جاتا ہے، اور جب اُس سے ہٹتا ہے ایمان واپس ہوتا ہے، ایمان مصطفیٰ ﷺ کی توجہ کا نام ہے، (۱۱۱) اس توجیہ سے "شاہد" کے معنی حاضر و ناظر علم غیب اور امداد سب بخوبی ثابت ہوئیں۔ ملخصاً (۱۱۲)

مُبَشِّر: یعنی خوش خبری دینے والا جو اِس دین پر ایمان لائے گا اُس کے ارشادات پر عمل کرے گا، وہ دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہوگا۔

علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں:

﴿مُبَشِّرًا﴾ لأهلِ الإيمانِ و الطّاعةِ بالجنّةِ و لأهلِ المَحبّةِ بالرُّؤيةِ (۱۱۳)

یعنی، اہلِ ایمان اور اہلِ طاعت کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور اہلِ محبت کو دیدار کی۔

اصبہانی نے "الترغیب" میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے جب ہم صحرا میں پہنچے تو اچانک ایک سوار سامنے سے آیا، رسول اللہ ﷺ نے اُس سے پوچھا "تم کہاں سے آ رہے ہو؟"، اُس نے کہا میں اپنے مال، اولاد اور کنبہ سے آ رہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ "کدھر کا قصد ہے؟"، اس نے عرض کی، رسول اللہ ﷺ کے حضور جا رہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تم پہنچ گئے"، پھر آپ نے اُسے اسلام سکھایا، اور اُس کے اُونٹ کا پاؤں چوہوں کے بِل میں پڑا اور اُونٹ ایک طرف جُھکا اور وہ شخص اپنے سر کے بل گرا اور اُس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی، اُس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میں دو فرشتوں کو دیکھ رہا ہوں کہ اُس کے منہ میں جنت کے میوے ڈال رہے ہیں"۔ (۱۱۴)

۱۱۱۔ امام اہلسنّت بارگاہِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں عرض کرتے ہیں:

پھر مُنہ نہ پڑے کبھی خزاں کا　　　دے دے ایسی بہار آقا

۱۱۲۔ تفسير روح البيان، سورة (٤٨) الفتح، الآية: ٩، ٩/٢٣، ٢٤

۱۱۳۔ تفسير روح البيان، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية: ٤٥، ٧/٢٣٤

۱۱٤۔ الخصائص الكبرىٰ، باب فيما اطلع عليه من أحوال البرزخ و الجنة و النار غير ما تقدم، ٢/٨٩

اور ابن عساکر نے اس کی مانند حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اور اتنا زیادہ کیا کہ جب اُسے اُس کی قبر میں دفن کیا تو حضور ﷺ اُس کی قبر میں بہت دیر ٹھہرے رہے، پھر باہر تشریف لا کر فرمایا کہ ''تمام حوریں اُتر کر آئیں اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا نکاح اِس کے ساتھ کر دیجئے، تو میں اِس حال میں باہر آیا کہ میں نے ستر حُوروں کا نکاح اُس کے ساتھ کر دیا''۔(۱۱۵) اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اختیار ہے کہ مسلمانوں کا نکاح جس حُور سے کریں، جس طرح دنیاوی عورتوں کے بارے میں آپ کو اختیار حاصل ہے۔

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات نماز میں مشغول تھے کہ اچانک دستِ مبارک بڑھایا اور اُسے کھینچ لیا، بعد میں ہم نے حضور ﷺ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میرے رُوبرو جنت لائی گئی، اور میں نے اُسے دیکھا کہ انگور کے کچھ خوشے لٹکے ہوئے ہیں اور میرے نزدیک ہیں، میں نے چاہا کہ کچھ خوشے توڑ لوں، پھر میرے رُوبرو دوزخ لائی گئی، اتنا فاصلہ تھا جتنا میرے اور تمہارے درمیان ہے، یہاں تک کہ میں نے دیکھا میرا اور تمہارا سایہ اُس میں ہے''۔(۱۱۶)

امام حاکم نے صحیح بتا کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا دروازہ دکھایا، جس سے میری اُمت داخل ہوگی''، اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ میری خواہش تھی کہ میں آپ کے ساتھ ہوتا تاکہ میں اُس دروازے کو دیکھتا، حضور ﷺ نے فرمایا، ''سُنو! میری اُمت میں جنت میں جانے والوں میں تم سب سے پہلے ہو گے''۔(۱۱۷)

۱۱۵۔ الخصائص الکبریٰ باب فیما اطلع علیہ من احوال البرزخ و الجنّۃ و النّار غیر ما تقدم ۸۹/۲

۱۱۶۔ الخصائص الکبریٰ باب فیما اطلع علیہ من احوال البرزخ و الجنّۃ و النّار غیر ما تقدم ۹۰/۲

۱۱۷۔ الخصائص الکبریٰ باب فیما اطلع علیہ من احوال البرزخ و الجنّۃ و النّار غیر ما تقدم ۹۰/۲

جہاں باقی عطا کر دیں، بھری جنت ہبہ کر دیں
نبی مختارِ کُل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں

(حضور تاج الشریعہ)

نَذِیْراً: جیسا کہ احادیث مبارکہ میں گزرا حضور ﷺ جنت کی خوشخبری دینے والے اور جہنم سے ڈرانے والے تھے، ہر ہر ذرہ آپ کی نگاہ میں تھا، کون جنتی ہے کون جہنمی ہے۔

واقدی وطبرانی(۱۱۸) اور ابو نعیم و ابن عساکر(۱۱۹) نے رافع بن خدیج سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رجال بن عنفوہ (۱۲۰) (نامی ایک شخص) خشوع وخضوع اور قرأتِ قرآن کے لزوم میں اور نیکی کرنے میں بہت عجیب تھا، ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارے ساتھ ایک گروہ کی معیت میں (رجال بن عنفوہ) بیٹھا ہوا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا، ''اس گروہ میں ایک شخص جہنمی ہے''، رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے تمام لوگوں کو بنظرِ غائر دیکھا، میں نے ابو ہریرہ، اروی دوسی، طفیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور رجال بن عنفوہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا، اور میں حیرت وتعجب کے ساتھ انہیں دیکھ رہا تھا، اور دل میں کہہ رہا تھا ایسا شقی بدبخت کون ہوگا غرضیکہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال باکمال ہوگیا اور بنوحنیف پلٹ کر آئے تو میں نے پوچھا کہ رجال بن عنفوہ نے کیا کیا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہوگیا، اور اُس نے مُسَیلمہ کذّاب کے حق میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف گواہی دی کہ (معاذ اللہ) حضور نے اپنے بعد اُسے اپنی نبوت میں شریک کرلیا ہے، یہ سُن کر میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا وہی حق ہے۔(۱۲۱)

۱۱۸۔ المعجم الکبیر للطبرانی، برقم:۴۴۳۴، ۲۸۳/۴

۱۱۹۔ تاریخ مدینہ دمشق، محمد بن سہل بن ابی حثمۃ، ۱۵۷/۵۳

۱۲۰۔ ''معجم طبرانی'' میں رجال بن عنفوہ ہے جب کہ ''تاریخ دمشق'' کے مطبوعہ نسخے میں رَحّال بن عنفوہ ہے یعنی باپ کا نام تینوں میں مختلف ہے ابن عساکر نے لکھا کہ اصل میں تمام جگہوں پر اسی طرح ہے یعنی عنفوہ ہے اور درست یہ ہے کہ باپ کا نام عنفوہ ہے اور لکھا کہ رجال جیم کے ساتھ ہے اور کہا گیا ہے کہ حاء کے ساتھ رحال ہے یہ اُس کا لقب ہے نام اُس کا ''نَہار'' تھا۔(تاریخ مدینۃ دمشق، ۱۵۷/۵۳)

۱۲۱۔ الخصائص الکبریٰ، باب اخبارہ ﷺ بأن احد النفر فی النّار، ۱۴۴/۲
ایضاً حُجّۃ اللہ علی العالمین، القسم الثالث، الباب السابع، ص ۳۵۵

خطیب نے ''زادۃ مالک'' میں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ قیس بن مطاطہ اُس حلقہ کی جانب آیا، جس میں حضرت سلمان فارسی، صہیب رومی اور بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے، اور اُس نے کہا کہ اوس وخزرج کے لوگ تو اُس شخص (یعنی حضور ﷺ) کی مدد پر کھڑے ہیں، اِن لوگوں کا یہاں کیا کام ہے؟ ابوسلمہ نے کہا یہ سن حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور اُسے گریبان سے پکڑ کر نبی کریم ﷺ کے حضور لے آئے، اور حضور ﷺ کو اُس کی بکواس کی خبر دی، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہوکر اپنی چادر شریف کھینچتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے، اُس کے بعد ''اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ'' کی ندا کی گئی، جب لوگ آ گئے تو حضور ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا، ''اے لوگو! بے شک ربّ ایک ہے اور باپ ایک ہی باپ ہے، اور دین ایک ہی دین ہے، اور عربیت تمہارا باپ نہیں، اور نہ تمہاری ماں ہے، وہ تو ایک زبان ہے، لہٰذا جو عربی بولتا ہے عربی ہے''، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اُسے پکڑے اور اپنی تلوار کھینچے ہوئے کھڑے تھے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اِس منافق کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا، ''اسے جہنم کی طرف چھوڑ دو''، ابوسلمہ نے کہا کہ وہ شخص مرتدین میں سے ہوگیا اور ارتداد کی بنا پر اُسے قتل کیا گیا۔(۱۲۲)

امام اہلسنّت فرماتے ہیں کہ

فصلِ خدا سے غیب شہادت ہوا انہیں — اس پر شہادت آیت و وحی و اثر کی ہے
کہنا نہ کہنے والے تھے جب سے تو اطلاع — مولیٰ کے قول وقائل و ہر خشک وتر کی ہے
ان پر کتاب اتری بیاناً لکل شیٔ — تفصیل جس میں ماعبر و ماغبر کی ہے

﴿لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِه﴾ (۱۲۳)

ترجمہ: تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ (کنزالایمان)

ایمان نام ہے نبی کریم ﷺ کی محبت کا جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے اور آقائے

۱۲۲۔ الخصائص الکبری، باب اخبارہ ﷺ بحال قیس بن مطاطۃ ۲/۱۴۵

۱۲۳۔ سورۃ الفتح: ۹/۴۸

دو جہاں ﷺ کی توجہ کا، گویا جس نے نبی کریم ﷺ کو شاہد ومُبشّر اور نذیر جان لیا اور اپنی ذات کو آقا علیہ السلام کی ملکیت میں سمجھ لیا تو وہ ایمان کی حلاوت سے مستفیض ہو جائے گا جس نے نبی کریم ﷺ کو حاضر وناظر نہ جانا اور اپنے آپ کو حضور ﷺ کی ملکیت سے دُور جانا وہ ایمان دار نہیں۔

﴿وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ط﴾ (۱۲۴)

ترجمہ: اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ (کنزالایمان)

لہٰذا جو مومن ہے اُس کے لئے تعظیم وتوقیر نبی کریم ﷺ کی واجب ہے۔

حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا حکم

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَ اعْلَمْ اَنَّ حُرْمَةَ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ مَوْتِهٖ وَ تَوْقِيْرَهٗ وَ تَعْظِيْمَهٗ لَازِمٌ كَمَا كَانَ حَالَ حَيَاتِهٖ وَ ذٰلِكَ عِنْدَ ذِكْرِهٖ ﷺ وَ ذِكْرِ حَدِيْثِهٖ وَ سَمَاعِ اِسْمِهٖ وَ سِيْرَتِهٖ ﷺ الخ (۱۲۵)

یعنی، جان لو بے شک نبی کریم ﷺ کی عزت وحُرمت اور آپ کی تعظیم وتوقیر آپ کے وصال باکمال کے بعد بھی اُسی طرح ضروری ولازم ہے جس طرح کہ آپ کی ظاہری حیات مبارکہ میں ضروری ولازم تھی اِس کا اظہار خصوصاً آپ کے ذکر مبارک اور آپ کی حدیث شریف کی تلاوت اور آپ کے نام مبارک اور آپ کی سیرت طیبہ کے سُننے کے وقت ہونا چاہئے۔

ابن حُمید رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ابوجعفر امیر المؤمنین نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے رسول ﷺ کی مسجد میں مناظرہ کیا تو امام صاحب نے اُس سے فرمایا کہ اے امیر

۱۲۴۔ سورۃ الفتح: ۹/۴۸

۱۲۵۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل بعد فصل فی عادۃ الصحابۃ الخ، ۲۵۹

المؤمنین! اِس مسجد میں بلند آواز سے نہ بولو کیونکہ اللہ عزّ وجلّ نے ایک جماعت کو ادب سکھایا کہ ''تم اپنی آوازوں کو نبی اکرم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو''، اور دوسری جماعت کی مدح فرمائی کہ ''بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک پست کرتے ہیں'' اور ایک قوم کی مذمت فرمائی ''بے شک وہ جو تمھیں حجروں سے باہر پکارتے ہیں''، بلاشبہ آپ ﷺ کی عزت وحرمت اب بھی اُسی طرح ہے جس طرح آپ کی حیاتِ ظاہری میں تھی، یہ سُن کر ابوجعفر خاموش ہوگیا۔

پھر دریافت کیا اے ابا ابوعبداللہ! (۱۲۶) میں قبلہ کی طرف مُتوجہ ہوکر دعا مانگوں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوکر، آپ نے فرمایا: تم کیوں حضور ﷺ سے منہ پھیرتے ہو حالانکہ حضور ﷺ تمہارے اور تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے بروز قیامت اللہ عزّ وجلّ کی جناب میں وسیلہ ہیں، بلکہ تم حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوکر آپ ﷺ سے شفاعت طلب کروگے، پھر اللہ عزّ وجلّ (میرے حق میں) آپ ﷺ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (۱۲۷)

امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ مہاجرین وانصار کے پاس تشریف لایا کرتے، جہاں یہ صحابہ بیٹھا کرتے تھے، اُن میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی موجود ہوتے، حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا کوئی آپ ﷺ کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھا بھی نہ کرتا تھا، یہی دونوں صحابہ آپ ﷺ کو دیکھتے

۱۲۶۔ ابوعبداللہ امام مالک بن انس علیہ الرحمہ کی کنیت ہے۔

۱۲۷۔ القُربة إلی ربّ العالمین لابن بشکوال، ص ۸٤
أیضاً الشّفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل بعد فصل فی عادة الصّحابة فی تعظیمه ﷺ الخ، ص ۲٥۹، ۲٦۰
أیضاً شفاء السّقام، الباب الرّابع، ص ٦۹، ۷۰
أیضاً الجوهر المنظّم للهیتمی، الفصل السّابع، السّادسة عشر، استقبال القبلة الخ، تنبیه ثان فی استقبال القبر الخ، ص ۱٥۱ اور امام ابن حجر مکی ہیتمی شافعی فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے امام مالک سے اس واقعہ کا انکار کیا ہے، نبی ﷺ سے توسّل اور آپ سے شفاعت طلب کرنے کا انکار ابن تیمیہ کے خرافات میں سے ہے وہ اس واقعہ کا انکار کیسے کرتا ہے حالانکہ یہ واقعہ امام مالک سے ایسی صحیح سند سے مروی ہے کہ جس میں کوئی طعن کی جگہ نہیں ہے۔

اور آپ ﷺ اُن کو دیکھتے اور باہم متبسم ہوتے۔ (۱۲۸)

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں باریاب ہوا اور آپ ﷺ کے چاروں طرف صحابہ کرام جمع تھے، اُن کی کیفیت یہ تھی کہ گویا اُن کے سروں پر پرندے ہیں۔ (۱۲۹)

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ آپ ﷺ کے دروازہ کو ناخنوں سے کھٹکایا کرتے تھے، براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ پوچھنے کا ارادہ کرتا تو آپ ﷺ کے رُعب کی وجہ سے برسوں اُس میں دیر ہوجاتی۔ (۱۳۰)

حضرت ابراہیم تجیبی فرماتے ہیں کہ مسلمان پر واجب ہے کہ جب بھی آپ ﷺ کا ذکر کرے یا اُس کے سامنے آپ کا ذکر ہو تو خشوع وخضوع کے ساتھ آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرے، اپنی حرکات میں سکون وقرار اور آپ ﷺ کی ہیبت وجلال کا مظاہرہ کرے اور یہ ایسا ہونا چاہئے کہ اگر وہ آپ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے دربار میں موجود ہو تو جیسی اُس کی حالت ہو ویسی ہی اُس وقت بھی ہو اور جیسا اللہ عزّ وجلّ نے آپ ﷺ کا ادب سکھایا ویسا ادب کرو۔ (۱۳۱)

۱۲۸۔ سُنَن التّرمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی بکر عمر رضی الله عنهما کلیهما، برقم: ۳٦٦۸، ٤٤۹/٤، ٤٥۰ و قال المزی فی ''تحفة الأشراف'' (برقم: ۲۸٦، ۱۰۹/۱) انفرد به
أیضاً الشّفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل فی عادة الصّحابة فی تعظیمه ﷺ ص ۲٥۸

۱۲۹۔ سُنَن أبی داؤد، کتاب الطّب، باب فی الرّجل یتداوی برقم: ۳۸٥٥، ۱۲٥/٤
أیضاً الشّفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل فی عادة الصّحابة فی تعظیمه ﷺ ص ۲٥۸

۱۳۰۔ الشّفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل بعد فصل فی عادة الصّحابة فی تعظیمه ﷺ ص ۲٥۹ (۲٦/۲، ۲۷)

۱۳۱۔ الشّفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل بعد فصل فی عادة الصّحابة الخ، ص ۲٥۹

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے جب نبی ﷺ کا مبارک ذکر کیا جاتا تو آپ اتنا روتے کہ آنکھوں میں آنسو ختم ہوجاتے۔(۱۳۲)

امام جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت یہ تھی حالانکہ وہ انتہا کے خوش مزاج اور تبسم فرمانے والے تھے لیکن جب بھی اُن کے سامنے نبی کریم ﷺ کا ذکرِ جمیل کیا جاتا، تو اُن کا چہرہ زرد ہوجاتا تھا اور کبھی بے وضو حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔(۱۳۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم جب نبی ﷺ کا ذکر خیر فرماتے تو اُن کے رنگ کو دیکھا جاتا گویا آپ کے جسم سے خون نچوڑ لیا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی ہیبت سے آپ کے منہ میں زبان خشک ہوجاتی۔(۱۳۴)

امام زُہری کے سامنے جب نبی ﷺ کا مبارک ذکر ہوتا تو اُن کی حالت یہ ہوجاتی گویا کہ نہ وہ تجھے پہچانتے ہیں اور نہ تو انہیں پہچانتا ہے۔(۱۳۵)

حضرت صفوان بن سُلیم جو متعبدین مجتہدین میں سے تھے(۱۳۶)اُن کی حالت یہ تھی کہ اُن کے پاس جب نبی ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو روتے اور اتنا روتے کہ آپ کے پاس بیٹھے لوگ آپ کو چھوڑ کر چلے جاتے۔(۱۳۷)

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث نبوی ﷺ بیان کرتے تو خاموش

۱۳۲۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل بعد فصل فی عادة الصحابة الخ، ص ۲۶۰

۱۳۳۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل بعد فصل فی عادة الصحابة الخ، ص ۲۶۰

۱۳۴۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل بعد فصل فی عادة الصحابة الخ، ص ۲۶۰

۱۳۵۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل بعد فصل فی عادة الصحابة الخ، ص ۲۶۰

۱۳۶۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے چالیس برس تک اپنی کروٹ زمین پر نہ رکھی۔ مزیل الخفاء، ص ۲۶۰

۱۳۷۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل بعد فصل فی عادة الصحابة الخ، ص ۲۶۰

رہنے کا حکم فرماتے اور فرماتے (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے) کہ

﴿لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ﴾ (۱۳۸)

ترجمہ: اپنی آوازیں اونچی نہ کرو۔

اس کی تاویل میں کہتے کہ قرأتِ حدیث کے وقت خاموش رہنا واجب ہے، جیسا کہ خود آپ ﷺ سے مبارک ارشاد سُننے کے وقت سکوت واجب ہے۔(۱۳۹)

مطرف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتے تو پہلے آپ کی باندی آتی اور اُن سے کہتی کہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا ہے کہ کیا تم حدیث کی سماعت کرنے آئے ہو یا مسئلہ دریافت کرنے، پس اگر وہ کہتے کہ مسئلہ دریافت کرنے آئے ہیں تو آپ فوراً ہی باہر تشریف لے آتے، اگر وہ کہتے کہ حدیث کی سماعت کرنے آئے ہیں، تو آپ پہلے غسل خانہ جاتے، غسل کرتے، خوشبو لگاتے اور عمدہ لباس پہنتے، عمامہ باندھتے، پھر اپنے سر پر چادر ڈالتے، تخت بچھایا جاتا پھر آپ باہر تشریف لاتے اور اُس تخت پر جلوہ افروز ہوتے، اِس طرح کہ آپ پر انتہائی عجز و انکساری طاری ہوتی جب تک درسِ حدیث سے فارغ نہ ہوتے برابر عود کی خوشبو سلگائی جاتی رہتی، دیگر راویوں نے کہا کہ اُس تخت پر آپ جب ہی تشریف فرما ہوتے جب کہ آپ کو حدیثِ رسول ﷺ بیان کرنی ہوتی۔ (۱۴۰)

ایک روایت میں ہے کہ جعفر بن سلیمان (۱۴۱) نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو جب کوڑے مارے تھے اور وہ امام صاحب پر بہت ناراض ہوا تھا، آپ کو بے ہوش وہاں سے اٹھا کر لایا گیا جب آپ کو ہوش آیا تو لوگ مزاج پُرسی کے لئے آئے، آپ نے اُن سے فرمایا،

۱۳۸۔ سورۃ الحجرات:۴۹/۲

۱۳۹۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل فی سیرة السلف فی تعظیم روایة الخ، ص ۲۶۱

۱۴۰۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل فی سیرة السلف فی تعظیم روایة الخ، ص ۲۶۲

۱۴۱۔ یہ سلیمان بن عبداللہ بن عباس کا بیٹا اور ابوجعفر منصور کے چچا کا بیٹا تھا اُسے امام مالک کے بارے میں کسی نے بتایا تھا، آپ اُن کی بیعت کی قسم کو لازم نہیں سمجھتے کیونکہ آپ کے نزدیک مکرہ کی قسم لازم نہیں ہوتی (مزیل الخفاء عن الفاظ الشفاء، القسم الثانی، الباب الثالث، ص ۲۶۶

میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے (یعنی جعفر بن سلیمان) کو معاف کر دیا، کسی نے پوچھا، کیوں؟ آپ نے فرمایا، اِس لئے کہ میں خوف کرتا ہوں کہ اگر مجھے موت آ گئی اور اُس وقت نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہوئی تو مجھے شرمندگی ہوگی کہ میری مار کے سبب سے حضور ﷺ کے کسی قرابتی کو جہنم میں ڈالا جائے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ منصور نے امام صاحب کا بدلہ جعفر بن سلیمان سے لینے کا ارادہ کیا تو امام صاحب نے فرمایا، میں خُدا کی پناہ مانگتا ہوں، بخدا اُس کے کوڑوں میں سے جو کوڑا ابھی میرے جسم سے جُدا ہوتا تھا، میں اُسی وقت معاف کر دیتا تھا، اِس لئے کہ اُس کی رسول ﷺ سے قرابت تھی۔ (۱۴۲)

اللہ اکبر! یہ عظمت آلِ نبی ﷺ کی، اُن نیک لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی ذات کو جانا پہچانا، اور عظمتِ رسول ﷺ کے حکم کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد کا حکم ارشاد فرمایا:

﴿وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا﴾ (۱۴۳)

ترجمہ: اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔ (کنز الایمان)

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا　　سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پر قربان گیا
نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا　　ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا
(حدائق بخشش)

اِس سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کو اپنی وہ یاد پسند ہے اور اُس کی بارگاہ میں وہ ذکر مقبول ہے جس میں تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ ہو، جس میں اطاعتِ نبی کریم ﷺ نہ ہو، وہ بارگاہِ خداوندی میں نامقبول ومردود ہے، اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ کو اپنے پیارے محبوب ﷺ سے اتنا پیار ہے، کہ اُن کی ادا، اُن کا ذکر، اُن کی محبت، اُن کی غلامی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے وابستہ فرمایا، اپنی ذات کا مظہرِ اَتم بنایا، اسی لئے ہم عرض کرتے ہیں کہ رضائے مصطفیٰ ﷺ ہی رضائے خُدا

۱۴۲۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل بعد فصل فی سیرة السلف فی تعظیم روایة الخ، ص ۲۶۶
۱۴۳۔ سورة الفتح: ۹/۴۸

ہے۔ اور ہم کیوں نہ کہیں،

خدا چاهتا هے رضائے محمد ﷺ

۲۶۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (۱۴۴)

ترجمہ: اور وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا اُس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اُس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اُسے بڑا ثواب دے گا۔ (کنز الایمان)

شانِ نُزول: مذکورہ آیت کا شانِ نزول جاننے کے لئے اِس واقعہ کو جاننا ضروری ہے ایک بار نبی کریم ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ مکرمہ میں امن سے داخل ہوئے کعبہ کی کنجی لی اور طواف فرمایا عمرہ کیا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ سُن کر بہت خوش ہوئے، پھر حضور ﷺ نے عمرہ کا قصد فرمایا، تقریباً ایک ہزار چار سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ یکم ذیقعدہ چھ ہجری کو روانہ ہوئے، جب مقامِ حدیبیہ پہنچے تو کفار نے مداخلت کی کہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو عمرہ کرنے کے لئے مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے، کفار کی طرف سے عُروہ بن مسعود ثقفی نے سفیر کی حیثیت سے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دی اور دربارِ رسالت کی طرف سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفیر کی حیثیت سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، عروہ بن مسعود ثقفی نے جب دربارِ نبی ﷺ کا ادب دیکھا اور مجلس پاک کا نظارہ کیا تو حیران رہ گیا، جس کا تذکرہ کُتبِ سیرت میں یوں ہے کہ عروہ ابن مسعود ثقفی نے اپنی قوم میں واپس جا کر کہا، اے میری قوم! خُدا کی قسم، مجھے بادشاہوں کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہے، اور میں نے قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے، خُدا کی قسم! میں نے ہرگز کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اُس کے اصحاب اُس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں، جتنی تعظیم اصحاب محمد، محمد ﷺ کی کرتے تھے، بخُدا! وہ رینٹ یا تھوک یا بلغم

۱۴۴۔ سورة الفتح: ۱۰/۴۸

نہیں چھینکتے مگر وہ اُن میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہوتی ہے اور وہ اُس کو اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا ہے،(١٤٥) اور جب وہ کوئی حکم کرتے ہیں تو وہ تعمیل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی پر وہ اِس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپس میں لڑ پڑیں گے اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب اپنی آواز پست کر لیتے ہیں اور اُن کی تعظیم وتوقیر کی وجہ سے کوئی ان کی طرف تیز نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا، انہوں نے تم پر رُشد وہدایت کا کام پیش کیا ہے تو تم اُس کو قبول کر لو۔(١٤٦)

اِسی اثنا میں یہ افواہ پھیلی کہ کُفار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، اگر چہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ساتھی جنگ کی تیاری کر کے نہیں آئے تھے، احرام کی دو چادریں اور قربانی کے جانور یہی اُن کا زادِ سفر تھا لیکن یکا یک ایسی صورتِ حال پیدا ہو گئی کہ تعداد کی قلّت اور اسلحہ کے فقدان کی پرواہ کئے بغیر محض قوتِ ایمانی پر بھروسہ کرتے ہوئے باطل سے ٹکرانا ناگزیر ہو گیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوتے ہیں اور بیعت کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ یہ بیعت اِس بات پر تھی کہ جب تک

١٤٥۔ امام نووی شافعی لکھتے ہیں: فقد کانوا یتبرکون بصاقه ﷺ و نخامته و یدلکون بذالك وجوههم و شرب بعضهم بوله، و بعض دمه وغیره ذلك مما هو معروف من عظیم اعتنائهم بآثاره ﷺ التی یخالفه فیها غیره (شرح صحیح مسلم، کتاب الاطعمة، باب جواز اکل المرق الخ، برقم: ٢٠٤١، ١٨٩/١٣/٤) یعنی حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی ﷺ کے لعابِ دہن، اور آپ بینی سے برکت حاصل کیا کرتے اور انہیں (برکت کے لئے) اپنے چہروں پر مَل لیا کرتے، اور ان میں سے بعض نے آپ کا بول مبارک پی لیا اور بعض نے تو پچھنے کا خون مبارک پیا اور اِن کے علاوہ وہ جو صحابہ کرام کا نبی ﷺ کا مبارک آثار سے عظیم اعتناء معروف ہے جن میں حضور ﷺ کے غیر کا حکم آپ ﷺ کے حکم کے خلاف ہے۔

١٤٦۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل فی عادة الصّحابة فی تعظیمه ﷺ الخ، ص٢٥٨
ایضاً الانوار المحمّدیة، المقصد الاول، امر الحدیبیّة ص ٦٢
ایضاً جلاء الافهام، ص١٠٣
ایضاً التّوسُّل بالنّبیّ و بالصّالحین لابی حامد بن مرزوق، الباب الثامن، ص٢٠٢

ہمارے جسموں میں جان ہے، اور جب تک بدن میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود ہے، ہم میدانِ جنگ میں ڈٹے رہیں گے اور اہلِ مکہ کو اِس خیانت اور سفیر کشی کی عبرت ناک سزا دیں گے، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غلامانِ حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام پروانہ وار دوڑ دوڑ کر حاضر ہو رہے تھے اور اپنے آقا و مولیٰ کے دستِ اقدس پر اپنا ہاتھ رکھ کر جانبازی اور سرفروشی کی بیعت کر رہے تھے، الغرض چودہ سو ہمراہیوں میں سے کوئی ایک بھی اس سعادت سے محروم نہ رہا۔

البتہ جد بن قیس جو حقیقت میں منافق تھا اُس نے بیعت نہ کی، خُدا مجھے اب بھی وہ منظر نظر آ رہا ہے کہ وہ اپنی اونٹنی کے پیٹ کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

حضور سرورِ عالمیاں ﷺ نے اپنے ان چودہ سو جانثاروں اور سرفروش مجاہدین کے بارے میں اپنی زبانِ حق ترجمان سے فرمایا:

"أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ الْيَوْمَ"

یعنی، اے اسلام کے قابلِ فخر مجاہدو! آج روئے زمین پر تم سب سے بہترین لوگ ہو۔

اصحابِ شجرہ کی فضیلت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے:

"لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ" (١٤٧)

یعنی، جنہوں نے اُس درخت کے نیچے میری بیعت کی اُن میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

مُلا فتح کاشانی شیعہ اپنی تفسیر "منہج الصادقین" میں لکھتا ہے:

آنحضرت (ﷺ) نے اصحاب کو درخت کے نیچے جمع کیا اور انہیں

١٤٧۔ تفسیر ابن کثیر، سورة الفتح: ٤٨، ١٠، ٢٣٥/٤
ایضاً ازالة الخفاء، مقصد اول، فصل چهارم، ص ٤٢٤

ازسرِ نو بیعت کرنے کا حکم دیا، صحابہ کرام انتہائی شوق و رغبت اور بڑی سنجیدگی سے آگے بڑھے اور حضور کے دستِ مبارک پر ہاتھ رکھ کر اس بات پر بیعت کی کہ تا دمِ واپسیں آنحضرت ﷺ کی متابعت کے راستے پر گامزن رہیں گے اور کسی وقت بھی راہِ فرار اختیار نہیں کریں گے، صحابہ کرام کے بے پناہ اشتیاق اور کامل رغبت کے باعث اس بیعت کا نام ''بیعتِ رضوان'' رکھا گیا اور اس اثنا میں یہ آیت نازل ہوئی۔(۱۴۸)

یہ بیعت بظاہر اگرچہ حضور علیہ السلام کے دستِ حق پرست پر ہو رہی تھی لیکن درحقیقت یہ بیعت اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھی، اگرچہ بظاہر نبی کریم ﷺ کا دستِ اقدس تھا لیکن درحقیقت یہ دستِ خُدا تھا، جس طرح حضور ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرمایا گیا ہے اسی طرح حضور ﷺ سے بیعت، اللہ تعالیٰ سے بیعت اور حضور ﷺ کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت فرمایا گیا۔(۱۴۹)

کیونکہ ہو اُس ہاتھ میں سب خُدائی　　کہ یہ ہاتھ تو ہاتھ ہے کبریا کا

(ذوقِ نعت)

علامہ اسماعیل حقی صوفیا کی اصطلاح کے مطابق اس آیت کی یہ تشریح کرتے ہیں:

و قال أهل الحقيقة هذه الآية كقوله تعالى ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ فالنبيّ عليه السّلام قد فني عن وجوده بالكلية فتحقّق باللّٰه في ذاته و صفاته و أفعاله و كلّ ما صدر عنه صدر عن اللّٰه۔ (۱۵۰)

یعنی، اہلِ حقیقت کہتے ہیں کہ یہ آیت بعینہٖ اس فرمانِ خداوندی کی طرح ہے کہ ''جو رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے''۔ نبی

۱۴۸۔ ضیاء القرآن، سورۃ (۴۸) الفتح، الآیۃ: ۱۰، ۵۳۹/۴

۱۴۹۔ علامہ بدر القادری لکھتے ہیں دستِ رسول کی بیعت خُداوند قُدوس کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے دستِ احمد عینِ دستِ ذوالجلال آمدہ در بیعت واندر قتال (سنّت کی آئینی حیثیت، ص ۳۱، ۳۲)

۱۵۰۔ تفسیر روح البیان، سورۃ (۴۸) الفتح، الآیۃ: ۱۰، ۲۶/۹

کریم ﷺ اپنی ذات و صفات سے فنا ہو کر بقاباللہ کے مقام پر فائز تھے، اس لئے جو فعل حضور ﷺ سے صادر ہوتا درحقیقت اللہ سے صادر ہوتا۔

آج کل جو ہم کسی ولی کامل کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اسی سنّت کا اتباع ہے، علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

يقول الفقير: ثبت بهذه الآية سنّةُ المبايعةِ و أخذُ التّلقين من المشائخ الكبارِ و هو الّذين جَعَلَهم اللّٰه قُطْبَ إرشادٍ بأن أوصَلَهم إلى التّجلّي العَيْني بعد التّجلّي العِلْمي (۱۵۱)

یعنی، فقیر کہتا ہے کہ اس آیت سے بیعت کی سنّت اور مشائخ کبار سے اکتسابِ فیض ثابت ہے، وہ مشائخ جنہیں اللہ تعالیٰ نے قطبِ ارشاد کے مقام پر فائز کیا ہے وہ اس طرح کہ علمی تجلّی سے ترقی دے کر انہیں مشاہدہ کی تجلّی تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

حضرت شدّاد بن اَوس اور عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، ان دونوں نے کہا کہ ایک روز ہم بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر تھے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا کہ ''تم میں کوئی بے گانہ (یعنی اہلِ کتاب) تو نہیں؟'' ہم نے نفی میں جواب دیا، ارشاد فرمایا، ''دروازہ بند کر دو، اور اپنے ہاتھ بلند کر دو اور کہو'' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ''ایک گھڑی ہم نے اپنے ہاتھوں کو بلند رکھا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ اقدس نیچے کیا اور گویا ہوئے، ''الحمد لله، اے اللہ! تو نے مجھے اس کلمہ کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اس کلمہ کا حکم دیا اور میرے ساتھ وعدہ فرمایا کہ جو اس کلمہ پر پکارے گا وہ جنّت میں داخل ہوگا اور تُو وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا''، پھر فرمایا، ''اے فرزندانِ اسلام! تمہیں مژدہ ہو، اللہ تعالیٰ نے تم سب کو معاف فرما دیا''۔(۱۵۲)

۱۵۱۔ تفسیر روح البیان، سورۃ (۴۸) الفتح، الآیۃ: ۱۰، ۲۷/۹

۱۵۲۔ المسند للإمام أحمد، ۱۲۴/۴

أيضاً مجمع الزوائد، كتاب الأذكار، باب ما جاء في فضل لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه برقم: ۱۶۷۹۸، ۶۴/۱۰

اس قسم کی متعدد صحیح روایات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ایسے غلاموں سے بیعت لیا کرتے تھے، مستورات کو بھی اس شرف سے مشرف فرماتے، لیکن اُن کی بیعت کا طریقہ یہ تھا کہ پانی کے ایک پیالہ میں پہلے حضور ﷺ اپنا دستِ مبارک رکھتے، اُس کے بعد اُن کو اُس پیالہ میں ہاتھ ڈالنے کا حکم دیتے، (۱۵۳) حضور ﷺ نے کبھی کسی اجنبیہ کے ساتھ مصافحہ نہیں کیا، محض قول سے بیعت فرماتے یا کپڑے سے کہ جس کی ایک طرف خود دست مبارک میں لیتے اور دوسری طرف مستورات کے ہاتھ میں ہوتی۔ (۱۵٤)

اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ کے ساتھ بیعت کر کے جس نے بیعت کو توڑ دیا اُس نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا، اور جس نے اُس بیعت کو پورا کیا اور اُس عہد کو ایفاء کیا اُس کو اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرمائے گا، وہ جنت میں اقامت گزین ہوں گے اور اُس میں انہیں ایسی نعمتوں سے نوازا جائے گا جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا اور نہ کسی دل میں وہ کھٹکیں:

مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَ لَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَ لَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ (۱۵۵)

جن نفوسِ قُدسیہ نے اُس درخت کے نیچے بیعت کی سعادت حاصل کی اُن میں سے کسی

۱۵۳۔ یعنی وہ پیالہ انہیں عنایت فرما کر اس میں ہاتھ ڈالنے کا حکم فرماتے۔

۱۵٤۔ علامہ اسماعیل حقی نے لکھا ہے کہ بیعت میں ہاتھ پکڑنا مردوں کی بسنت ہے سوائے عورتوں کے کیونکہ مروی ہے کہ عورتیں نبی ﷺ کی بارگاہ میں جمع ہوئیں اور ہاتھ سے معاہدہ چاہا تو فرمایا: "میرا ہاتھ عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوئے گا لیکن ایک عورت سے بھی اس طرح زبانی بیعت ہوگی جس طرح سو عورتوں سے" تو آپ ﷺ نے ان سے زبانی بیعت لی پھر انہوں نے آپ سے برکت طلب کی تو آپ نے اپنا دستِ اقدس پانی میں ڈالا اور وہ پانی انہیں دے دیا کہ وہ (برکت حاصل کرنے کے لئے) اپنے ہاتھ اس میں ڈال دیں، اسی طرح شیخ عبدالعزیز دیرینی نے "الروضة الأنضبة" میں ذکر کیا ہے (تفسیر روح البیان، سورة (٤٨) الفتح، الآیة: ١٠، ٩/٢٨)

۱۵۵۔ صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة، برقم: ٣٢٤٤، ٣٤٣/٢، و کتاب التفسیر، سورة (٣٢) تنزیل السجدة باب ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم﴾ برقم: ٤٧٧٩، ٤٧٨٠، و کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللّٰهِ﴾ برقم: ٧٤٩٨

ایضاً صحیح مسلم، کتاب صفة الجنة و صفة نعیمھا و اھلھا، باب صفة الجنة برقم: ٧٢٣٤/٢، ٧٢٣٥/٣، ٧٢٣٦: ٤/٧٢٣٦۔ (٢٨٢٤)، ص ١٣٥٤

نے اُس بیعت کو نہیں توڑا، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَحْتَ الشَّجَرَةِ عَلَی الْمَوْتِ وَ عَلٰی أَلَّا نَفِرَّ فَمَا نَكَثَ أَحَدٌ مِنَّا الْبَیْعَةَ إِلَّا جَدُّ بْنُ قَیْسٍ وَ كَانَ مُنَافِقاً اخْتَبَأَ تَحْتَ إِبْطِ بَعِیْرِہٖ (۱۵٦)

یعنی، ہم نے اس درخت کے نیچے اس بات پر اللہ کے رسول سے بیعت کی کہ ہم جان دے دیں گے لیکن راہِ فرار اختیار نہیں کریں گے، پس ہم میں سے کسی نے بیعت کو نہیں توڑا (۱۵۷) بجز جد بن قیس کے وہ درحقیقت منافق تھا اور جب مسلمان بیعت کر رہے تھے تو وہ اپنے اونٹ کی بغل میں چُھپا ہوا تھا۔

اس میں یہ بھی ہے کہ جب تمام صحابہ بیعت کر چکے تو حضور رؤف الرحیم ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے داہنے ہاتھ کو فرمایا کہ یہ ہاتھ رسول اللہ کا ہے اور میں خود عثمان کی طرف سے بیعت کر رہا ہوں۔

حضور ﷺ کو پروردگارِ عالم نے وہ مرتبہ عطا فرمایا، جو کسی کو نہ ملا، ربّ کے لئے نبی کریم ﷺ نے سب کو چھوڑا، اب ربّ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور حضور ﷺ ربّ العالمین کے، حضور ﷺ سراپا مظہرِ ذاتِ الٰہی ہیں، وجود حضور نبی کریم ﷺ کا اور اُس میں ظہور ربّ کی قدرت کا۔

عاشقِ رسول امام احمد رضا خان مُحدِّث بریلوی فرماتے ہیں:

مُظہرِ حق ہو تمہیں، مُظہرِ حق ہو تمہیں   تم میں ہے ظاہر خدا تم پہ کروڑوں درود

(حدائقِ بخشش)

۱۵٦۔ تفسیر الکشاف، سورة الفتح، الآیة: ١٠، ٣٢٦/٤

ایضاً تفسیر روح البیان، سورة (٤٨) الفتح، الآیة: ١٠، ٢٦/٩، ٢٧

۱۵۷۔ ان نفوسِ قدسیہ کا مقام یہ ہے کہ امام مسلم نے روایت کیا کہ حضور ﷺ اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ اصحابِ شجرہ جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی اُن میں کوئی ایک بھی دوزخ میں نہیں جائے گا (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل اھل الشجرة، برقم: ٦٤٨٨/ ١٦٣۔ (٢٤٩٦)، ص ١٢١١)

اِس لئے فرماتے ہیں:

"مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ" (۱۵۸)

یعنی، جس نے مجھ کو دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

مگر ضبط کا عالم یہ ہے کہ ہر ہر ادا سے اپنی شانِ بندگی کا اظہار فرماتے ہیں، لیکن جب حقیقت کا اظہار فرماتے ہیں تو فرمایا:

"لَمْ یَعْرِفْنِیْ غَیْرُ رَبِّیْ" (۱۵۹)

یعنی، میری حقیقت کو میرے ربّ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تم ذاتِ خُدا سے نہ جُدا ہو نہ خُدا ہو اللہ کو معلوم ہے کیا جانیے کیا ہو
(ذوقِ نعت)

وہی نورِ حق وہی ظلِّ ربّ ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں اُن کی مِلک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں
وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں
کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہان سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں
(حدائقِ بخشش)

خُدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خُدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

۱۵۸۔ صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب من رای النبی ﷺ فی المنام، برقم: ۶۹۹۶، ۳۳۸/۴
ایضاً صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، باب قول النبی ﷺ: "من رآنی فی المنام فقد رآنی"
برقم: ۵۹۸۳، (۲۲۶۷) ص ۱۱۱۴

۱۵۹۔ مذکورہ حدیث شریف کو علامہ غلام حسن قادری نے "جمع الوسائل" (۷/۲)، میں "زرقانی علی المواھب" (۱۹۸/۵)، "مطالع المسرات" (ص ۱۲۹) اور "انوار محمدیہ" (ص ۸۷) وغیرہا کے حوالے سے اپنی تصنیف "شانِ مصطفیٰ" ص ۸۶۷ میں نقل کیا ہے۔

۲۷۔ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾ (۱۶۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ (کنز الایمان)

شانِ نُزول: بعض صحابہ نے بقر عید کے دن حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے یعنی نماز عید سے قبل قربانی کر لی اور بعض صحابہ رمضان سے ایک دن پہلے روزہ شروع کر دیتے تھے، اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ (۱۶۱)

اِس آیت میں رسول کریم ﷺ کی عزت و تکریم کا حکم دیا جا رہا ہے، ادب و احترام کے انداز سکھائے جا رہے ہیں چونکہ ادب ہوگا تو دل میں تعظیم ہوگی، تعظیم ہوگی تو اُس کے ہر حکم کی تعمیل کا جذبہ پیدا ہوگا، جب تعمیلِ حکم کی خُو پختہ ہوگی تو محبت کی نعمت مرحمت فرمائی جائے گی اور جب محبوبِ ربّ کے عشق کی شمع روشن ہوگی تو حریم کبریائی تک جانے والا سارا راستہ مُنوّر ہو جائے گا۔

ادب و احترام کے درس کا آغاز "لَا تُقَدِّمُوْا" سے فرمایا جا رہا ہے، علامہ ابن جریر لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے پیشوا یا امام کے ارشاد کے بغیر خود ہی امر و نہی کے تضاد میں جلدی کرے تو عرب کہتے ہیں کہ "فلان یقدم بین یدی إمامه" (۱۶۲) یعنی، فلاں شخص اپنے امام کے آگے چلتا ہے۔

علامہ ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس جملہ کی تفسیر ان الفاظ میں نقل کی ہے:

لا تقولوا خلاف الکتاب و السنۃ (۱۶۳)

یعنی، کتاب و سنّت کے خلاف مت کہو۔

۱۶۰۔ سورۃ الحجرات: ۱/۴۹
۱۶۱ لُباب النقول فی اسباب النزول، سورۃ الحجرات، ص ۲۹۳
۱۶۲۔ تفسیر ابن جریر، سورۃ الحجرات، الآیۃ: ۱، ۳۷۷/۲
۱۶۳۔ تفسیر ابن کثیر، سورۃ الحجرات، الآیۃ: ۱، ۲۵۶/۴

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کے بعد کسی کو یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے کریم ربّ اور اُس کے مکرم رسول کے ارشاد کے خلاف کوئی بات کہے، یا کوئی بات کرے جب انسان اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے تو وہ اس اَمر کا بھی اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ آج کے بعد وہ اپنی ہر خواہش اپنے خالق حقیقی اور اُس کے محبوب رسول اللہ ﷺ کی مرضی اور کے حکم پر بلا تأمل قربان کر دے گا۔

یہ ارشاد فقط اہلِ ایمان کی شخصی اور انفرادی زندگی تک محدود نہیں بلکہ قومی اور اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں سیاسی و اقتصادی اور اخلاقی کو بھی مُحیط ہے نہ کسی مرد کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ کوئی ایسا قانون بنائے جو کتاب وسنّت کے متصادم ہو اور نہ کسی عدالت و پنچایت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ احکامِ شرعی کے برعکس کوئی فیصلہ کرے۔

﴿لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾ کے مختصر کلمات میں معانی ومطالب کا بحر بیکراں موجزن ہے یہاں ایک چیز غور طلب ہے ﴿لَا تُقَدِّمُوْا﴾ متعدی ہے لیکن اس کا مفعول مذکور نہیں۔ اِس کی حکمت یہ ہے کہ اگر کسی چیز کو ذکر کر دیا جاتا تو صرف اُس کے بارے میں حکم کی خلاف ورزی ممنوع ہوتی، مفعول کو ذکر نہ کر کے بتا دیا کہ کوئی عمل ہو، کوئی قول ہو، زندگی کے کسی بھی شعبے سے اُس کا تعلق ہو، اُس میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ارشاد سے انحراف ممنوع ہے، نیز اگر مفعول ذکر کر دیا جاتا تو سامع کی توجہ اُدھر ہی مبذول ہو جاتی مگر اسے ذکر نہ کر کے بتا دیا کہ تمہاری تمام تر توجہ ﴿لَا تُقَدِّمُوْا﴾ کے فرمان پر مرکوز ہونی چاہئے۔

نماز میں تعظیم مصطفیٰ ﷺ

''بخاری شریف'' میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ بنی عمرو بن عوف کے درمیان کچھ تنازع ہوا تھا، نبی کریم ﷺ چند صحابہ کے ساتھ اُن میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے، نماز کا وقت آ گیا اور حضور تشریف نہیں لائے، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہی، حضور ﷺ اب بھی تشریف نہیں لائے، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر کہا کہ حضور وہاں رُک گئے

ہیں، نماز تیار ہے کیا آپ امامت کریں گے، فرمایا اگر تم کہو تو پڑھا دوں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے مصلّیٰ امامت پر جلوہ افروز ہوئے، کچھ دیر بعد حضور ﷺ تشریف لائے، اور صفوں سے گزر کر صفِ اول میں تشریف لے جا کر قیام فرمایا، لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوجہ ہوں، (مگر جب وہ نماز میں ہوتے تو کسی طرف متوجہ نہ ہوتے مگر جب لوگوں نے بکثرت ہاتھ مارنا شروع کیا) حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُدھر توجہ کی دیکھا کہ حضور ﷺ اُن کے پیچھے تشریف فرما ہیں، حضور کے لئے پیچھے ہٹ کر آگے تشریف لے جانے کا اشارہ کیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم جیسے نماز پڑھا رہے ہو پڑھاؤ۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کی حمد کی اور اُلٹے پاؤں پیچھے چل کر صف میں شامل ہو گئے، حضور ﷺ آگے تشریف لائے اور نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر لوگوں سے فرمایا، ''اے لوگو! نماز میں کوئی بات پیش آ جائے تو تم نے ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا، یہ کام عورتوں کے لئے ہے اگر کوئی چیز نماز میں کسی کو پیش آئے تو سبحان اللہ، سبحان اللہ کہے، امام جب اُس کو سُنے متوجہ ہو جائے گا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، ''اے ابو بکر! جب میں نے اشارہ کر دیا تھا پھر تمہیں نماز پڑھانے سے کون سا اَمر مانع ہوا''، عرض کی یا رسول اللہ! ابو قحافہ کے بیٹے (ابو بکر) کو یہ سزاوار نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے آگے نماز پڑھے (یعنی امام بنے)۔(١٦٤)

یہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عمل سے تو یہ تعظیم کی کہ عین نماز کی حالت میں حضور کی خاطر مصلّیٰ امامت خالی کر دیا، اور خود پیچھے مقتدیوں میں شامل

١٦٤۔ صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب من دخل لیؤمّ النّاس، فجاء الإمام الأوّل، برقم:٦٨٤، ١/١٦٥، و کتاب العمل فی الصلاة باب ما یجوز فی التّسبیح و الحمد فی الصّلاة للرّجال، برقم:١٢٠١، ١/٢٩١، و باب رفع الأیدی فی الصّلاة الخ، برقم:١٢١٨، ١/٢٩٥، و باب الإشارة فی الصلاة، برقم:١٢٣٤، ١/٣٠٠، و کتاب الصّلح، باب ما جاء فی الإصلاح بین النّاس، برقم:٢٦٩٥، ٢/١٨٤، و کتاب الأحکام، باب الإمام یأتی قومًا فیصلح بینهم، برقم:٧١٩٠، ٤/٣٨٨، ٣٨٩

ہو گئے۔(۱۶۵)

اور اپنے قول سے تعظیم کی کہ حضور ﷺ کی عظمت و بزرگی کا برملا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا، ابوقحافہ کے بیٹے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ حضور کے آگے بڑھ کر نماز پڑھے۔

۱۶۵۔ اور اس حدیث شریف کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی محمد شوکت علی سیالوی لکھتے ہیں کہ حدیث شریف میں مکمل صراحت موجود ہے کہ نماز شروع ہو چکی ہے اور دورانِ نماز صحابہ کرام نے تصفیق زور زور سے کی اور کثرت سے کی، کیوں؟ تاکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چل جائے کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے ہیں۔

بتائیے۔صحابہ کرام دورانِ نماز یہ سارا کام نبی علیہ السلام کے لئے کر رہے ہیں یا نہیں؟ دورانِ نماز اُن کی توجہ نبی علیہ السّلام کی طرف گئی یا نہیں؟ دورانِ نماز ہی نبی کریم ﷺ کی خاطر وہ سب کیا یہ خواہش نہیں کر رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے آجائیں اور نبی علیہ السّلام مصلیٰ پر پہنچ جائیں؟

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رُخ تو قبلہ شریف کی طرف جب بہت زیادہ تصفیق ہوئی (یعنی تالیاں بجانا ہوا) تو بخاری و مسلم دونوں میں ہے" اَلتَفَتَ فَرَأَى رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ" وہ متوجہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، نبی علیہ السّلام پہلی صف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے کی طرف ہیں جب تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چہرہ مبارک کے پیچھے کی جانب نہ پھیریں تب تک نبی علیہ السّلام کو نہیں دیکھ سکتے تو پتہ چلا کہ دورانِ نماز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبلہ شریف سے رُخ انور پھیر کر ذاتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو دیکھا، پھر نبی علیہ السّلام کی تعظیم بجالاتے ہوئے پچھلی صف میں آگئے۔

بتائیے؟ نبی علیہ السّلام کی طرف دورانِ نماز توجہ کی یا نہیں اور تعظیم بجالائے یا نہیں؟

نبی پاک ﷺ نے سوال فرمایا تو عرض کی ابوقحافہ کے بیٹے کی کیا جرأت کہ نبی کریم ﷺ کے آگے کھڑا ہو جائے تو ثابت ہوا کہ وہ تعظیم کی خاطر ہی پیچھے آئے تھے۔

پھر نبی علیہ السّلام نے ضرورت کے وقت تسبیح و تصفیق کا مسئلہ بتایا مگر یہ تو نہیں فرمایا کہ تم لوگوں نے چونکہ دورانِ نماز میری طرف توجہ لگا دی اور ابوبکر نے تو مکمل توجہ ہی لگا دی چہرہ بھی دورانِ نماز پیچھے کی طرف پھیر کر مجھے دیکھ لیا پھر میری تعظیم بھی بجالایا، لہٰذا سب کی نماز گئی اور تم شرک کے بھی مرتکب ہو گئے۔

اگر نبی علیہ السّلام نے ایسا کوئی فتویٰ ارشاد نہیں فرمایا اور یقیناً نہیں فرمایا تو (اگروہ وہابیہ کے سرغنہ) شاہ اسماعیل دہلوی اور اُن کے پیروکار کو نبی علیہ السّلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بڑھ کر توحید کی فکر پڑی ہوئی ہے۔(نماز میں تعظیم مصطفیٰ ﷺ، ص ۳۱، ۳۲)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی متفق علیہ حدیث ہے کہ جن دنوں نبی کریم علیہ السّلام سے تکلیف شرف حاصل کر رہی تھی، آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پس ایک دن نبی کریم ﷺ نے کچھ افاقہ محسوس فرمایا تو آپ نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے، اس وقت حضرت ابوبکر لوگوں کی امامت فرما رہے تھے جیسے ہی حضرت ابوبکر کو معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ الصّلاۃ والسّلام تشریف لائے ہیں تو آپ پیچھے ہٹ گئے، نبی کریم علیہ الصّلاۃ والسلام نے ان کو اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ رہو، پھر نبی کریم ﷺ اُن کے پہلو میں تشریف فرما ہو گئے، پس حضرت ابوبکر نبی کریم ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور تمام لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء کر رہے تھے۔(۱۶۶)

۱۶۶۔ صحیح البخاری، کتاب الآذان، باب من قام إلی جنب الإمام لعلّۃ برقم:۶۸۳، ۱/ ۱۶۵
ایضاً صحیح مسلم، کتاب الصّلاۃ، استخلاف الإمام إذا عرض الخ، برقم:۸۶۶/ ۹۰۔ (۴۱۸)، ص ۲۰۱)

اور اس حدیث شریف کے تحت مفتی محمد شوکت سیالوی لکھتے ہیں جب نبی علیہ السّلام نماز کے لئے تشریف لائے تو حضرت ابوبکر امامت کروا رہے تھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز شروع تھی اور دورانِ نماز نبی علیہ السّلام پہلی رکعت میں تشریف لائے، اب دورانِ نماز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ﷺ کی تعظیم کی خاطر جو پیچھے ہٹنے لگے تھے تو بتلائیے یہ تعظیم نبی علیہ السّلام اُن کو شرک کی طرف کھینچ کر لے گئی؟ اور کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسی ہستی کو نماز کی اہمیت یا بارگاہِ خداوندی کے ادب کا پتہ نہیں تھا کہ وہ دورانِ نماز نبی علیہ السّلام کی طرف توجہ بھی کر رہے ہیں اور تعظیم بھی بجالا رہے ہیں۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نظریہ یہ تھا کہ وہ دورانِ نماز نبی علیہ السّلام کی طرف توجہ کر دینا یا نبی علیہ السّلام کی تعظیم بجالانا ہرگز ہرگز نماز پر کوئی منفی اثر نہیں ڈالتا، یہ محض (امام الوہابیہ) شاہ اسماعیل دہلوی کی نماز ہے اور انہیں کی توحید ہے کہ دورانِ نماز گائے بیل گدھے کا خیال تو اتنا بُرا نہیں مگر نبی علیہ السّلام کا خیال اور آپ کی طرف توجہ گائے بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے زیادہ بدتر ہے (نعوذ باللہ من ہذہ الھفوات)، کتاب و سنت میں ہمیں صحابہ کرام کی پیروی کا حکم ہے نہ کہ شاہ اسماعیل دہلوی کی تحقیق انیق پر عمل کرنے کا۔(نماز میں تعظیم مصطفیٰ ﷺ، ص ۲۷، ۲۸)

پھر نماز میں تعظیم مصطفیٰ ﷺ کا یہ پہلا واقعہ نہیں تھا جب یہ معلوم تھا کہ سید الصحابہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں بھی نبی کریم ﷺ کی تعظیم بجالاتے ہیں اور یہ تعظیم ممنوع ہوتی تو حضور ﷺ اپنے یار

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی متفق علم حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مرضِ وصال والے دنوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز پڑھایا کرتے تھے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کے وصال اقدس والا دن پیر آ گیا اس کی نماز فجر ہے ہم سب لوگ صف بہ صف نماز میں ہیں اسی دوران نبی کریم ﷺ نے اپنے حجرہ مقدسہ کا پردہ اُٹھا کر ہمیں دیکھنا شروع فرما دیا آپ ﷺ حالتِ قیام میں تھے اور چہرہ اقدس خوشی سے ایسے لگ رہا تھا گویا کہ قرآن کا ورق ہو۔ پھر آپ ﷺ کھل کر مسکرانے لگے، پس ہم نے مصمّم ارادہ کر لیا کہ نماز سے توجہ ہٹا لیں اور صرف نبی کریم ﷺ کا دیدار کرتے رہیں ایسا ارادہ نبی کریم ﷺ کے دیدار کی مسرت و فرحت کی وجہ سے ہم نے کیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی مصلی چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ شاید نبی کریم ﷺ تشریف لا رہے ہیں، پس نبی کریم ﷺ نے ہماری طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز کو مکمل کرو اور اس کے بعد پردہ نیچے گرا دیا اسی دن آپ ﷺ نے وصال باکمال فرمایا۔(١٦٧)

اسی حدیث شریف میں امام مسلم کی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت یہ الفاظ

عارر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اس سے منع فرما دیتے اگر منع نہ فرماتے تو کسی اور کے لئے امامت کا حکم ارشاد فرماتے ایسا بھی نہ ہوا، حکم پھرانہی کے لئے ہوتا ہے کہ وہ نماز پڑھائیں اور صحابہ کرام کی ایک جماعت اس بات کی گواہ ہے کہ حضور ﷺ نے نماز میں امامت کے لئے حکم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمایا کہ وہ امامت کروائیں چنانچہ امام ابن عساکر نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کی امامت کروائیں اور اسے صحابہ کرام کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے جن میں حضرت علی بن ابی طالب، عباس بن عبدالمطلب، عمر بن خطاب، زید بن ارقم، عبداللہ بن عباس، ابو موسیٰ اشعری، عبداللہ بن زمعہ، سالم بن عبداللہ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، انس بن مالک وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم شامل ہیں اور اکثر روایاتھم مخرجة فی "الصحیح" (إتحاف الزائر، فصل فی ذکر وفاته الخ ص ١٢٧) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تعظیم ہرگز ہرگز ممنوع و ناپسندیدہ نہیں ورنہ شارع علیہ السلام اس سے روک دیتے یا کسی اور کے لئے حکم ارشاد فرماتے ان حقائق کی موجودگی میں مسلمان اسماعیل دہلوی اور اس کے متبعین وہابیہ و دیابنہ کے افکار و نظریات کو بھلا کیسے قبول کر سکتے ہیں۔

١٦٧۔ صحیح البخاری، کتاب الأذان باب اهل العلم الفضل أحق بالإمامة برقم: ٦٨٠، ١/١٦٤

بھی ہیں کہ ”نبی کریم ﷺ کے بارے میں ہم سمجھے کہ آپ باہر تشریف لا رہے ہیں تو ہم دیوانے ہو گئے آپ کے دیدار کی وجہ سے حالانکہ اس وقت ہم نماز میں تھے“ (١٦٨)

١٦٨۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا الخ، برقم: ٨٧٤/٩٨۔ (٤١٩)، ص ٢٠٤) اس حدیث شریف کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی شوکت علی سیالوی لکھتے ہیں: درج بالا حدیث شریف سے واضح ہے کہ آقا نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ ظاہری شہری کی یہ سب سے آخری نماز تھی۔ اسی دن دوپہر کے وقت آقا نبی کریم ﷺ کا وصال شریف ہو گیا چونکہ یہ پیر کے دن صبح کی نماز کا واقعہ ہے اس عمل کے خلاف نہ تو کسی آیت قرآنی کا نزول ممکن تھا کیونکہ قرآن پاک کی تکمیل اس سے قبل ہو چکی تھی۔ نہ ہی نبی علیہ السلام نے کوئی ایسی بات اس واقعہ کے خلاف وصال اقدس تک ارشاد فرمائی۔ جو اس امر کی ناسخ قرار پا سکتا ہے۔

لہٰذا اس حدیث محکم صریح ثابت میں یہ چیز واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نماز شروع فرما چکے ہیں کہ آقا نبی کریم ﷺ حجرہ مقدس کا پردہ اُٹھا کر صحابہ کرام کو ملاحظہ فرماتے ہیں جب انسان قبلہ رُخ ہو تو حجرہ مقدس مسجد نبوی کے بائیں جانب جاتا ہے۔ اب آقا نبی کریم ﷺ نے بائیں جانب سے پردہ اُٹھایا تھا تو جب تک صحابہ کرام قبلہ رُخ ہٹا کر نہ دیکھیں وہ نبی کریم ﷺ کا دیدار حالتِ نماز میں کر ہی نہیں سکتے۔ جس سے واضح ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے دوران نماز چہرے قبلہ سے پھیر کر حضور کریم ﷺ کا دیدار کیا۔ جب تک دل میں پہلے سے ارادہ نہ آئے توجہ نہ ہو تو کوئی کام معرضِ وجود میں نہیں آتا۔

لہٰذا پتہ چلا کہ صحابہ کرام کے چہرے بھی نبی علیہ السلام کی طرف پھر گئے اور ان کی دلی توجہ بھی نبی علیہ السلام کی جانب ہو گئی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی یہاں بھی یہی کیفیت تھی کہ ”فَنَكَصَ أَبُوْبَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ“ حضرت ابوبکر اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگے ہیں، یہ سمجھتے ہوئے شاید نبی علیہ السلام نماز کے لئے تشریف لا رہے ہیں، کیا نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر کو فرمایا کہ ابوبکر! تم نے دوران نماز میری تعظیم کی ہے کہ میری خاطر پیچھے ہٹنے لگے تو توجہ میری جانب کی، لہٰذا تمہاری نماز ٹوٹ گئی؟ ہرگز نہیں فرمایا، اسی طرح باقی صحابہ کرام نے جو دوران نماز آپ ﷺ کا دیدار فرمایا، قبلہ مقدسہ سے چہرے پھیر کر، اور دوران نماز ہی ان پر نبی علیہ السلام کے دیدار کی فرحت و خوشی کی وجہ سے جو کیفیات طاری ہوئیں، ان کے باعث نبی علیہ السلام نے کوئی زجر و توبیخ فرمائی؟ یا فرمایا کہ تمہاری نماز ٹوٹ گئی؟ یا فرمایا کہ تم دوران نماز میری تعظیم میں چلے گئے اور تعظیم شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی لہٰذا تم مشرک ہو گئے؟ جب صاحب شریعت نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی بلکہ ارشاد فرمایا ”أَنْ أَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ“ اپنی نماز مکمل کرو، اگر نبی علیہ السلام فرماتے کہ دوبارہ اپنی نماز پڑھو ..... ایسا نہیں فرمایا بلکہ اُسی نماز کو پورا کرنے کا حکم فرمایا لہٰذا ثابت ہوا کہ دوران نماز آقا نبی کریم ﷺ کی طرف توجہ کر دینے یا آپ کی تعظیم بجا لانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (نماز میں تعظیم مصطفٰی ﷺ، ص ٣٤، ٣٥، ٣٦)

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب ﷺ کے آداب تعظیم وتوقیر کا حکم ارشاد فرما کرتا رہا ہے کہ میری رضا اِس میں ہے کہ میرے پیارے ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرکے میرے محبوب ﷺ کو خوش کرو تاکہ میری خوشی تمہیں حاصل ہو۔ ﷺ

یا ربّ ہرا بھرا رہے داغِ جگر کا باغ　　ہر مہ مہِ بہار ہو ہر سال سالِ گل
(حدائقِ بخشش)

خُدا چاهتا هے رضائے محمد ﷺ

۴۸۔ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ (۱۶۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو، اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور اُن کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ (کنز الایمان)

شانِ نُزول: یہ آیت حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق نازل ہوئی جو کچھ اونچا سُنتے تھے اور خود بلند آواز تھے، (۱۷۰) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد خانہ نشین ہوگئے، بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر نہ ہوئے، حضور ﷺ نے اُن کی غیر حاضری کا سبب پوچھا، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اُن کے پڑوسی تھے، انہوں نے حضرت ثابت بن قیس سے پوچھا وہ بولے میں تو دوزخی ہوچکا ہوں، میری آواز اونچی ہوگئی، حضور رحمۃ للعالمین نے فرمایا، ''اُن سے کہو وہ جنتی ہیں''۔ (۱۷۱)

۱۶۹۔ سورۃ الحجرات:۴۹/۲

۱۷۰۔ زاد المسیر، سورۃ (۴۹) الحجرات، الآیۃ:۲، ۲۲۰/۷/۴
ایضاً تیسیر الوصول، سورۃ(۴۹) الحجرات، الآیۃ:۲، ص۳۲۱

۱۷۱۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب مخافۃ المؤمن من أن تحبط عملہ، رقم: ۲۲۹/۱۸۷۔(۱۱۹)، ص۷۶، ۷۷
ایضاً تفسیر ابن کثیر، سورۃ (۴۹) الحجرات، الآیۃ:۱۔۳، ۳۵۶/۴
ایضاً تفسیر القرطبی، سورۃ (۴۹) الحجرات، الآیۃ:۲، ۳۰۴/۱۶/۸
ایضاً نور العرفان، سورۃ الحجرات، الآیۃ:۲، ص۸۲۲

اس آیت طیبہ میں بھی بارگاہِ رسالت کے آداب کی تعلیم دی جارہی ہے، پچھلی آیت میں بتایا کہ قول وفعل میں سرورِ عالم ﷺ سے سبقت نہ کرو، اب گفتگو کا طریقہ بتایا جارہا ہے کہ اگر تمہیں وہاں شرف باریابی نصیب ہو اور ہم کلامی کی سعادت سے بہرہ ور ہو تو خیال رہے کہ تمہاری آواز میرے محبوب کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے، جب حاضر ہو تو ادب و احترام کی تصویر بن کر حاضری دو، اگر اس سلسلہ میں تم نے ذرا سی غفلت برتی اور بے پرواہی سے کام لیا تو سارے اعمالِ حسنہ ہجرت، جہاد، عبادات وغیرہ کے تمام اکارت ہوجائیں گے۔

پہلی آیت میں ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ سے خطاب ہو چکا تھا، یہاں خطاب کی ضرورت نہ تھی لیکن معاملہ کی نزاکت اور اہمیت کے پیشِ نظر دوبارہ اہلِ ایمان کو ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ سے خطاب کیا، بطورِ تاکید بتایا کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں، بلکہ اس پر زندگی بھر کی طاعتوں نیکیوں اور حسنات کے مقبول و نامقبول ہونے کا دارومدار ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آہستہ آہستہ کلام کرنے کا اپنا معمول بنالیا، (۱۷۲) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے اُس ذات کی قسم جس نے آپ پر یہ قرآن نازل فرمایا، میں تادمِ واپسیں حضور سے آہستہ آہستہ بات کروں گا، جب کوئی وفد حضور ﷺ سے ملاقات کے لئے مدینہ طیبہ پہنچتا تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کی طرف ایک خاص آدمی بھیجتے، جو انہیں حاضری کے آداب بتاتا اور ہر طرح ادب واحترام ملحوظ رکھنے کی تلقین کرتا۔ (۱۷۳)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو پہلے ہی سراپا ادب واحترام تھے، اس آیت کریمہ کے نُزول کے بعد مزید محتاط ہوگئے، جب ثابت ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قدرتی طور پر بلند آواز تھے، اس آیہ کریمہ کے نُزول کے بعد اُن پر تو گویا قیامت ٹوٹ پڑی، گھر میں ہی بیٹھ رہے، دروازہ کو قفل لگا دیا اور دن رات زار وقطار رونا شروع کردیا، مُرشد کریم علیہ الصلاۃ و

۱۷۲۔ اسی طرح المواھب اللدنیۃ، المقصد الرابع، الفصل الثانی، ۲۸۶/۲ میں ''صحیح البخاری'' کے حوالے سے ہے۔

۱۷۳۔ روح المعانی، سورۃ (۴۹) الحجرات، الآیۃ:۲، ۲۵۔۲۶/۴۰۱
ایضاً تفسیر ابن کثیر، سورۃ الحجرات، الآیۃ:۱۔۳، ۲۵۷/۴

السلام نے جب ایک دو روز ثابت کو نہ دیکھا تو اُن کے بارے میں دریافت فرمایا، عرض کیا گیا کہ انہیں تو دن رات رونے سے کام ہے، دروازہ بند کر رکھا ہے، حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بُلا بھیجا اور رونے کی وجہ پوچھی، غلام اطاعت شعار نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میری آواز اونچی ہے مجھے اندیشہ ہے کہ یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی ہے میری تو عمر بھر کی کمائی غارت ہوگئی، دلنواز آقا نے یہ مژدہ جانفزا سنایا:

أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَعِيْشَ حَمِيْدًا وَ تُقْتَلَ شَهِيْدًا وَ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ"

یعنی، کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم قابل تعریف زندگی بسر کرو اور شہید قتل کئے جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔

عرض کیا "رَضِيْتُ" اپنے ربّ کریم کی اس نوازشِ بے پایاں پر یہ بندہ راضی ہے۔(۱۷٤)

علامہ ابن قیم نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا کہ جب مُسَیلمہ کذّاب کے خلاف یمامہ کے مقام پر گھمسان کا رَن پڑا تو مسلمانوں کے قدم ڈگمگانے لگے حضرت ثابت اور حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپس میں کہا کہ عہدِ رسالت میں تو ہم کُفار سے اس طرح نہیں لڑا کرتے تھے، دونوں نے اپنے اپنے لئے گڑھا کھودا اور اُس میں جم کر دشمنوں پر تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی، حتیٰ کہ دونوں نے جام شہادت نوش کیا، اُس روز حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نفیس اور قیمتی زرہ پہن رکھی تھی۔

ایک شخص آپ کی نعش کے پاس سے گزرا تو اُس نے وہ زرہ اُتارلی اور جا کر چھپادی، اُسی شب حضرت ثابت نے ایک شخص کو خواب میں فرمایا کہ میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں خبردار! یہ خیال نہ کرنا کہ یہ محض خواب ہے اس کی کوئی اہمیت نہیں، سُنو میں کل جب مقتول ہوا تو ایک آدمی میرے پاس سے گزرا، اور میری زرہ اُتارلی اُس کی رہائش گاہ پڑاؤ کے آخری کنارہ پر ہے، اُس کی نشانی یہ ہے کہ اُس کے خیمے کے نزدیک ایک گھوڑا اچھل رہا ہے، جس کے پاؤں میں ایک لمبی رسّی بندھی ہوئی ہے، اُس شخص نے میری زرہ پر ایک دیگچہ اُلٹا رکھ دیا ہے، اُس کے اوپر اونٹ کا کجاوا ہے، تم صبح حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ انہیں کہو کہ

۱۷٤۔ روح المعانی، سورۃ (٤٩) الحجرات، الآیۃ:۲، ۲۵۔۲۶/۳، ٤۰۳، ٤۰٤

میری زرہ اُس شخص سے لے لیں، دوسری بات یہ ہے کہ جب تم مدینہ پہنچو تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنا کہ ثابت پر اِتنا قرضہ ہے وہ ادا کر دیں، اور میرے فلاں فلاں غلام کو آزاد کر دیں۔ جب وہ شخص بیدار ہوا تو حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور اپنا خواب سُنایا حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ زرہ وہاں سے تلاش کر لی اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کو عملی جامہ پہنایا قرض ادا کر دیا۔(۱۷۵)

جن خوش نصیبوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے حبیب کریم ﷺ کا ادب ہوتا ہے اُن کی ارفع اعلیٰ شان کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

محمد ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اس میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اِن نعمتوں برکتوں کو حاصل کرنے کے لئے ربّ کریم عزّ وجلّ نے اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جان نثاری کا حکم ارشاد فرمایا، یہ آداب یہ تعظیم و توقیر کس لئے تاکہ محبوب ﷺ کی بے ادبی نہ ہو جائے، محبوبوں کی بے ادبی اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

جس سے میرے ولی سے دشمنی کی اُس کو میرا اعلانِ جنگ ہے۔(۱۷٦)

پھر سب محبوبوں کے محبوب، مولیٰ تعالیٰ کے پیارے، عالمیاں کی جان، اللہ کی ربوبیّت کے مظہرِ اتم ﷺ جن کی رضا اللہ تعالیٰ چاہے ہم کیوں نہ کہیں:

خُدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم　　خُدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

۱۷۵۔ الرّوح لابن القیم فصل فی الاستدلال علی سماع الموتی، ص ۱۵،
نوٹ: ابن قیم وہ شخص تھا جو ابن تیمیہ کا پیروکار اور وہابیہ کا معتمد ہے وہابیہ جو یہ سب نبی کریم ﷺ کے لئے ماننے کے لئے تیار نہیں اُن کے امام نے تو یہ ایک صحابی کے لئے ثابت کر دیا ہے۔

۱۷٦۔ صحیح البخاری کتاب الرِّقاق، باب التّواضع، برقم:٦٥۰۲، ٤/۲۱۱
ایضاً مشکاۃ المصابیح، کتاب الدّعوات، باب ذکر اللہ عزّ وجلّ و التقرّب إلیہ الفصل الأوّل، برقم:۲۲٦٦، ۱۔۲/٤۲۳

۲۹۔ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ○ وَ لَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ ط وَ اللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○﴾ (۱۷۷)

ترجمہ: بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں اُن میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ اُن کے پاس تشریف لاتے تو یہ اُن کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

شانِ نُزول: ایک دفعہ بنوتمیم کا وفد جو ستر (۷۰) یا اسّی (۸۰) نُفوس پر مشتمل تھا، مدینہ طیبہ آیا اس وفد میں زبرقان بن بدر، عطارد بن معبد، قیس بن عاصم، قیس بن حارث اور عمرو بن اہتم شامل تھے، دوپہر کا وقت تھا، سرورِ عالم ﷺ اپنے حجرہ مبارک میں قیلولہ فرما رہے تھے، اُن لوگوں نے حضور ﷺ کی آمد تک انتظار کو اپنی شان کے خلاف سمجھا اور باہر کھڑے ہو کر صدائیں دینے لگے "یَا مُحَمَّدُ اُخْرُجْ" حضور ﷺ کا نامِ نامی اسمِ گرامی لے کر کہنے لگے کہ ہمارے پاس باہر آیئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے تو اُن لوگوں نے شیخی بگھارتے ہوئے کہا:

یَا مُحَمَّدُ إِنَّ مَدْحَنَا زَیْنٌ، وإِنَّ شَتْمَنَا شَیْنٌ وَ نَحْنُ أَکْرَمُ الْعَرَبِ

یعنی، ہم جس کی مدح کرتے ہیں اُسے مُزیّن کر دیتے ہیں، جس کی مذمت کرتے ہیں اُس کو معیوب بنا دیتے ہیں، ہم تمام عربوں سے اشرف ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

کَذَبْتُمْ بَلْ مِدْحَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی زَیْنٌ وَ شَتْمَۃُ شَیْنٌ وَ أَکْرَمُ مِنْکُمْ یُوْسُفُ بْنُ یَعْقُوْبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاھِیْمَ

یعنی، اے بنی تمیم! تم نے غلط کہا بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدح باعثِ زینت ہے اور اُس ہی کی مذمت باعثِ تحقیر ہے اور تم سے اشرف حضرت یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابرہیم علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ہیں۔

پھر انہوں نے کہا ہم مفاخرت کی غرض سے آئے ہیں، چنانچہ پہلے اُن کا خطیب عطارد

۱۷۷۔ سورۃ الحجرات: ۴۹/۴،۵

ابن حاجب کھڑا ہوا اور اُس نے اپنے قبیلے کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے اور اپنی فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ کیا۔

اِس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُس کا جواب دینے کا حکم فرمایا، جب اِس مکتبِ نبوت کے شاگردِ رشید نے لب کشائی کی تو اُن کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ سہم کر رہ گئے، اِس کے بعد اُن کا شاعر زبرقان بن بدر کھڑا ہوا اور اپنی قوم کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھ ڈالا، حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اشارہ فرمایا حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فی البدیہہ اُن کے تفاخر کی دھجیاں بکھیر دیں، اور اسلام کی صداقت اور حضور ﷺ کی عظمت کو اِس انداز میں بیان فرمایا کہ اُن کا غرور خاک میں مل گیا، اقرع کو تسلیم کرنا پڑا کہ نہ ہمارا خطیب حضور ﷺ کی خطیب کا ہم پلہ ہے اور نہ ہمارا شاعر دربارِ رسالت ﷺ کے شاعر سے کوئی نسبت رکھتا ہے۔ (۱۷۸)

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہِ کرم سے اُن پر اپنا خصوصی کرم فرمایا اور اُن کے دلوں کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیا، سارے کے سارے مُشرّف بایمان ہوئے، رحمتِ دو عالم ﷺ نے انعام و اکرم سے انہیں مالا مال کر دیا۔

علامہ آلوسی تحریر فرماتے ہیں کہ اِن آیات میں بارگاہِ نبوت میں بے ادبی کی قباحت عیاں کرنے کے ساتھ ساتھ ادب کی بھی تعلیم دی جا رہی ہے، علماء کرام نے اِن آیات سے خوب استفادہ کیا ہے، حضرت ابوعبیدہ جو بلند پایہ عالم تھے فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کبھی کسی استاد کے دروازے پر دستک نہیں دی بلکہ میں اِس انتظار میں رہتا جب وہ از خود تشریف لاتے

۱۷۸۔ رواہ الترمذی فی "سُنَنِہ" فی التفسیر (باب و من سورۃ الحجرات، برقم: ۳۲۶۷، ۴/۲۳۱) عن براء بن عازب رضی اللہ عنہ مختصراً، و اخرجہ الطبری فی "تفسیرہ" (سورۃ الحجرات، الآیۃ: ۴، ۵، برقم: ۳۱۶۷۶، ۱۱/۳۸۱) مختصراً، و زاد السیوطی فی "الدّرّ المنثور" (سورۃ (۴۹) الحجرات، الآیۃ: ۴، ۵، ۷/۴۸۱) فی عزوہ لابن المنذر و ابن ابی حاتم عن البراء بن عازب و لہ شاھد من حدیث ابی سلمۃ بن عبد الرحمن عن الأقرع بن حابس نحوہ عند احمد فی "المسند" (۳/۴۸۸، ۶/۳۹۳، ۳۹۴)، و الطبرانی فی "المعجم الکبیر" (۱/۳۰۰، برقم: ۸۷۸) و الطبری فی "تفسیرہ" (سورۃ الحجرات، الآیۃ: ۴، ۵، برقم: ۳۱۶۷۹، ۱۱/۳۸۲)

تو اُن سے استفادہ کرتا، تاہم ابن سنان کوفی سے بھی اسی قسم کا قول منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حضرت اُبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر جاتے تو اُن کا دروازہ نہ کھٹکھٹاتے، بلکہ خاموشی سے اُن کا انتظار کرتے یہاں تک کہ وہ اپنے معمول کے مطابق باہر آتے، حضرت اُبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات بڑی گراں گزری، کہا آپ نے دروازہ کیوں نہ کھٹکھٹایا تا کہ میں فوراً باہر آجاتا، اور آپ کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانا پڑتی، آپ نے جواب میں کہا:

العالِمُ فی قومِہ کالنّبیِّ فی اُمّتِہ و قد قال اللہ تعالیٰ فی حقِّ نبیِّہ علیہ الصّلوۃ و السّلام ﴿ وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ﴾

یعنی، عالم اپنی قوم میں اس طرح ہے جس طرح نبی اپنی اُمّت میں ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا: ﴿وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ﴾ ترجمہ: اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ اُن کے پاس تشریف لاتے تو یہ اُن کے حق میں بہتر تھا۔

اس کے بعد علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ بچپن میں پڑھا تھا اور عمر بھر اس کے مطابق اپنے اساتذہ کے ساتھ معاملہ کیا۔(۱۷۹)

دنیوی بادشاہوں کے دربار کے آداب بادشاہ خود بناتے ہیں لیکن دربارِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے آداب خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے نیز یہ آداب اُس وقت کے انسانوں کے لئے نہیں بلکہ تا قیامت ہر انسان، جن، فرشتہ پر ہر وقت کے لئے جاری ہیں، خواہ محبوب کریم ﷺ ظاہری حیات میں جلوہ گر ہوں یا پردہ کی حالت میں، آداب ہمیشہ کے لئے ایک ہی ہیں، اگر ان آداب میں معمولی سی غلطی ہو جائے تو فوراً توبہ کریں اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

سبحان اللہ! یہ ہیں وہ محبوب کریم ﷺ جن کی شانِ محبوبی میں زندگی گزارنے کا طور

۱۷۹۔ روح المعانی، سورۃ (۴۹) الحجرات، الآیۃ: ۵، ۲۶/ ۴۱۰

طریقہ ربّ کریم ارشاد فرما رہا ہے۔

اسم محمد و احمد کی فضیلت

حضور ﷺ کی تو بڑی شان ہے آپ کی عظمت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ حضور ﷺ کے نامِ نامی اسمِ گرامی کی شان اور عظمت یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے ''جس کا نام محمد یا احمد ہو وہ جنت میں جائے گا''، حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''قیامت کے دن دو بندے دربارِ الٰہی میں کھڑے کئے جائیں گے، اُن میں ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام احمد ہوگا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا اِن دونوں کو جنت میں لے جاؤ، وہ عرض کریں گے یا اللہ ہم کس عمل کی وجہ سے جنت کے حقدار ہوئے، حالانکہ ہم نے تو کوئی عمل جنتیوں والا نہیں کیا، اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا'':

اُدْخُلَا الْجَنَّةَ فَاِنِّیْ آلَیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ اَلَّا یَدْخُلَ النَّارَ مَنِ اسْمُهٗ اَحْمَدُ اَوْ مُحَمَّدٌ (۱۸۰)

یعنی، تم دونوں جنت میں جاؤ کیونکہ میں اپنی نے ذات پر قسم یاد فرمائی

۱۸۰۔ اس حدیث قُدسی کو علامہ محمد عبدالرؤف المناوی نے ''فیض القدیر'' (حرف المیم، برقم: ۷۹۳۲، ۵/ ۵۷۸) میں اور امام قسطلانی نے ''المواھب اللدنیۃ'' (المقصد الرابع، الفصل الثانی فیما خصّہ اللہ بہ الخ، ۲/ ۳۰۱) میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ حافظ ابن طاہر السّلفی نے حدیث حمید الطویل سے نقل کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ یوقف عبدان بین یدی اللہ عزّ وجلّ فیقول اللہ لھما ''ادْخُلَا الْجَنَّةَ فَاِنِّیْ آلَیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ اَنْ لَا یَدْخُلَ مَنِ اسْمُهٗ مُحَمَّدٌ وَ لَا اَحْمَدُ'' اور امام قسطلانی نے دوسری روایت بھی نقل کی کہ ابو نعیم نے نُبَیط بن شُریط سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ''مجھے میری عزت اور میرے جلال کی قسم، میں کسی ایسے شخص پر عذاب نہ دوں گا جس نے (اے محبوب!) تیرے نام پر نام رکھا ہو (المواھب اللدنیۃ، المقصد الرابع، الفصل الثانی فیما خصّہ اللہ بہ الخ، ۲/ ۳۰۱) اور امام زرقانی نے اس کے تحت لکھا کہ امام بغوی، اور ابن السکن نے اس حدیث کی مِن وجہ آخر تخریج کی ہے اور لکھا ہے کہ نُبَیط راوی حضور ﷺ کے وصالِ باکمال کے بعد ایک زمانہ تک حیات رہے ہے (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب، المقصد الرابع، الفصل الرابع، ما اختصّ بہ ﷺ من الفضائل و الکرامات، ۷/ ۳۰۶)

ہے جس کا نام احمد یا محمد ہوگا وہ دوزخ نہیں جائے گا۔

حضور ﷺ کی تعظیم کرنے والا کیسے محروم رہ سکتا ہے جب کہ صرف حضور ﷺ کے مبارک اسم کی تعظیم کرنے والا نواز دیا جاتا ہے چنانچہ ''القول البدیع'' (۱۸۱)، ''حلیۃ الاولیاء'' اور ''مقاصد السالکین'' میں ہےکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تھا، اُن کی قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص نہایت ہی گناہگار و بدکردار تھا، اُس نے سو سال اور ایک قول کے مطابق دوسو سال نافرمانی میں گزارے، جب وہ مرگیا تو بنی اسرائیل نے اُس کو غسل تک نہ دیا بلکہ اُسے گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ہمارا ایک دوست فوت ہوگیا ہے، اُسے لوگوں نے گندگی پر پھینک دیا ہے، آپ اُس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں اور تجہیز و تکفین کر کے دفن کردیں، اس حکمِ ربانی پر موسیٰ کلیم اللہ نے اس کو گندگی سے اُٹھا کر غسل دیا کفن دے کر نمازِ جنازہ پڑھا اور دفن کردیا، بعد میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دربارِ الٰہی میں عرض کی یا اللہ! یہ اتنا بڑا گنہگار تیرے کرم کا کیسے حقدار ہوگیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے پیارے کلیم! تھا تو بڑا گنہگار لیکن ایک دن اس نے توریت کھولی تو اُس میں میرے حبیب کا نام مبارک محمد (ﷺ) تحریر تھا، جب اس کی نظر اُس پر پڑی تو اُس کے دل میں میرے حبیب (ﷺ) کی محبت نے جوش مارا، اُس نے محبت و پیار و ادب سے اُس کو بوسہ دیا اور آنکھوں پر رکھا اور درود پاک پڑھا، اس نام پاک کی تعظیم کی وجہ سے میں نے اُس کے سارے گناہ معاف فرما دیئے اور مقبول بندوں میں داخل فرما دیا۔(۱۸۲)

اسم محمد ﷺ کی برکت

''نزہۃ المجالس'' میں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک یہودی توریت پڑھ رہا تھا، اُس نے توریت میں نبی کریم ﷺ کا نامِ نامی اسمِ گرامی محمد ﷺ چار جگہ

۱۸۱۔ القول البدیع فی الصّلاۃ علی الحبیب الشّفیع، الباب الثّانی من ثواب الصّلاۃ علی رسول اللہ ﷺ، ص ۱۲٤

۱۸۲۔ نُزْھَۃُ المَجَالِس، باب فی مناقب سیّد الأوّلین و الآخرین، ۲/ ۳۹۰
ایضاً تحفۂ درود شریف، درود و سلام کی فضیلت، ص ۲۸، ۲۹

لکھا ہوا دیکھا، بغض و کینہ سے اُس نام پاک کو کھرچ ڈالا (مٹا دیا)، دوسرے دن جب توریت کھولی تو آٹھ جگہ نام محمد ﷺ لکھا دیکھا، غصہ میں آکر اُن سب ناموں کو کھرچ ڈالا، تیسرے دن جب توریت کھولی تو بارہ جگہ نام گرامی خوبصورت حروف میں نمودار پایا، اب اُس کی حالت دگرگوں ہوئی اس نام کی محبت نے دل میں جگہ پائی، اور حضور ﷺ کی زیارت کے لئے شام سے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا، اتفاق سے ادھر یہ روانہ ہوا، ادھر آقائے دوجہاں ﷺ وصال باکمال فرما گئے، جب مدینہ طیبہ پہنچا تو اُس کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وصال باکمال کی خبر سُن کر سخت بے چین ہوا، اور اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ حضور ﷺ کے بدن انور سے مَس کردہ کوئی کپڑا لاکر دکھایئے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کا استعمال کردہ کپڑا مبارک لاکر دیا، اس یہودی نے اُسے سونگھا، اور پھر روضۂ انور پر حاضر ہوکر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا اور دعا کی، الٰہی! اگر تو نے میرا اسلام قبول فرمالیا ہے تو میری روح قبض فرمالے، پس فوراً روح پرواز کرگئی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غسل و کفن دے کر جنازہ پڑھا اور بقیع میں دفن کردیا۔(۱۸۳)

خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا جمیل الرحمٰن کی لکھی ہوئی ایک نعت ملاحظہ فرمائیں:

آنکھوں کا تارا نام محمد — دل کا اُجالا نام محمد
ہیں یوں تو کثرت سے نام لیکن — سب سے پہلے پیارا نام محمد
شیدا نہ کیوں ہوں اس پہ مسلمان — رب کو ہے پیارا نام محمد
پائیں مرادیں دونوں جہان میں — جس نے پکارا نام محمد
روز قیامت میزان و پل پہ — دے گا سہارا نام محمد

حضرت امام سیدی عبد الوہاب شعرانی اپنی کتاب ''طبقات الشافعیۃ'' میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے وقت مدینہ طیبہ میں ایک شدید زلزلہ آیا، زمین ہلنے لگی، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ دیر اللہ

۱۸۳۔ نُزْھَۃُ المجالس، باب فی مناقب سیّد الأولین و الآخرین الخ، ۲/ ۳۹۰

عز وجل کی حمد وثناء کرتے رہے مگر زلزلہ ختم نہ ہوا، اللہ اکبر! غلامِ مصطفیٰ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلال میں آ گئے، آپ نے اپنا دُرّہ زمین پر دے مارا فرمایا:

قِرِیْ اَلَمْ اَعْدِلْ عَلَیْكِ فَاسْتَقَرَّتْ مِنْ وَقْتِهَا (۱۸۴)

یعنی، اے زمین! ساکن ہو جا، کیا میں نے تیرے اوپر انصاف نہیں کیا،

اتنا فرمانا تھا زمین ساکن ہوگئی، زلزلہ ختم ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کا ادب اور اُن کی تعظیم وتکریم جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا ہے، بندہ جب اُس پر عمل کرتا ہے، تمام مخلوق اُس بندۂ خُدا کی تعظیم وتکریم کرتی ہے، وہ بندہ نبی کریم ﷺ کی محبت میں اپنی ہستی مٹا دیتا ہے۔

من تو شُدم تو من شُدی من تن شُدم تو جان شُدی   پس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

تو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کا بندہ بن جا، تو اللہ تعالیٰ تیرا ہو جائے گا جب وہ تیرا ہوگیا تو ساری خُدائی تیری ہوگئی، پس اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کی محبت میں تیرا چلنا، پھرنا، جینا، مرنا مطلوب ہے، حضور ﷺ راضی تو اللہ تعالیٰ راضی (ﷺ)

حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان فضائل غلامانِ مصطفیٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جو ہو جائے تمہارا اس پہ حق کا پیار ہو جائے   بنے اللہ والا وہ جو تیرا یار ہو جائے
جو سر رکھ دے تمہارے قدموں پہ سردار ہو جائے   جو تم سے کوئی سر پھیرے ذلیل وخوار ہو جائے

۳۰۔ ﴿فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ﴾ (۱۸۵)

ترجمہ: تو اے محبوب! تم نصیحت فرماؤ کہ تم اپنے ربّ کے فضل سے نہ کاہن ہو نہ مجنون۔ (کنز الایمان)

۱۸۴۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اِس کرامت کو امام الحرمین کی تصنیف "کتاب الشامل" کے حوالے سے نقل کیا ہے دیکھئے "حجۃ اللہ علی العالمین" الخاتمۃ: المطلب الثالث، ومن کرامات عمر رضی اللہ عنہ ص ٦١٢ اور اِس کے تحت امام الحرمین نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقیقۃً ظاہر اور باطن میں امیر المؤمنین تھے۔

۱۸۵۔ سورۃ الطُّور: ٢٩/٥٢

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، اے محبوب! کُفار آپ کو جو کچھ کہتے ہیں اُس سے پریشان نہ ہوں کیونکہ وہ بے سروپا باتیں ہیں، آپ وعظ ونصیحت فرماتے رہئے، کُفار کی بے بنیاد اور شر انگیز باتوں سے دلبرداشتہ یا رنجیدہ نہ ہوں، آپ اپنا کام دعوت وارشاد انجام دیتے رہیں۔

آپ نہ ہی تو کاہن ہیں اور نہ مجنون بلکہ آپ اللہ کے نبی اور رسول ہیں، کُفار کی باتوں پر توجہ نہ فرمائیں، آپ لوگوں کو نصیحت کریں، آپ اپنا کام جاری رکھیں، آپ کے پروردگار نے آپ کو شرفِ رسالت سے سرفراز فرمایا اور عقلِ سلیم بکمال عطا فرمائی۔

آپ کاہن نہیں، کاہن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ کاہن وہ ہوتا ہے جو اٹکل سے غیب کی خبر دیں۔ امام راغب نے کہا کاہن وہ شخص ہے جو اس طرح گزری ہوئی پوشیدہ باتیں بتائے، عرّاف اُسے کہتے ہیں جو یونہی مستقبل کی خبریں دے۔ (۱۸٦)

۱۸٦۔ (مفردات الفاظ القرآن، کتاب الکاف، ص ٢٦٧) نبی ﷺ کا فرمان ہے "جو شخص عرّاف یا کاہن کے پاس آئے اور پھر اس کی تصدیق کرے تو اس نے اُس کے ساتھ کُفر کیا جو ابو القاسم (ﷺ) پر نازل ہوا"۔ اِس حدیث شریف کو امام احمد نے "المسند" (٢/٤٢٩) میں، امام ابو داؤد نے اپنی "سُنَن" کے کتاب الطب (باب فی الکاهن، برقم: ٣٩٠٤، ٤/١٤٥) میں، امام ترمذی نے اپنی "سُنَن" کے کتاب الطهارۃ (باب ماجاء فی کراهة إتیان الحائض، برقم: ١٣٥، ١/١٠٧) میں، امام ابن ماجہ نے اپنی "سُنَن" کے کتاب الطهارۃ و سننها (باب النهی عن إتیان الحائض، برقم: ٦٣٩، ١/٣٤٨، ٣٤٩) میں، امام دارمی نے اپنی "سُنَن" کے کتاب الطهارۃ (باب من أتی امرأته فی دبرها، برقم: ١١٣٦، ١/١٧٨) میں، امام طحاوی نے "شرح معانی الآثار" کے کتاب النکاح (باب وطء النساء فی أدبارهن، برقم: ٣١٥٢، ٦/٢٧٦) میں اور ابن الجارود نے "المنتقی" (باب الحیض، برقم: ١٠٧، ص ٧٤) میں روایت کیا ہے لہٰذا عرّاف اور کاہن سے اپنے معاملات میں مدد لینا اُن سے آئندہ کا حال معلوم کرنا ناجائز وحرام ہے، مسلمانوں کو اس سے احتراز لازم ہے اور پھر یہ جاہل مطلق تمہیں بھلا کیا بتائیں گے ان کو اپنے حال کی کچھ خبر نہیں ہوتی، یہ فساق تمہیں بھلا کیا دیں گے یہ تو تم لوگوں کے انتظار میں رہتے ہیں کہ تمہیں لوٹ کر اپنا گھر چلائیں، رسولِ خُدا ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی پھٹکار یہ ہے کہ لوگ مال بھی گنوا جاتے ہیں اور بہتیرے عزتیں لُٹا کر آتے ہیں، خُدا کے کلام میں یقیناً شفا ہے اللہ تعالیٰ کے نام میں یقیناً اثر ہے۔ اس سے کوئی انکار نہیں لیکن جادوگر، کاہن اور عرّاف قسمت کا حال بتانے کا دعویٰ کرنے والے ان سے کوسوں دُور ہیں ان کا کام صرف زوجین میں جدائی ڈال کر بھائی بہن میں اختلاف پیدا کر کے خاندانوں کو آپس میں لڑا کر باطل طریقے سے لوگوں کے مال کھانا ہے۔

کُفار آپ کو کاہن کہتے حالانکہ جانتے تھے کہ آپ نہ ہی کاہن ہیں اور نہ ہی آپ میں کوئی کاہنوں جیسی بات ہے، آپ نبی و رسول ہیں۔

نبوت اور کہانت میں کیا تعلق ہے سوائے اس کے کہ محض الزام تراشی ہو، جو فی نفسہ باطل اور گھٹیا حرکت ہے۔ کُفار کبھی کاہن کہتے کبھی مجنوں اس تضاد سے اُن کی بے ہودگی واضح ہے کہ کاہن نہ مجنون ہوسکتا ہے نہ ہی مجنون کاہن۔

آپ دونوں باتوں سے پاک و منزّہ ہیں، اس لئے کہ آپ نبی و رسول ہیں، آپ کو جو صداقت و سچائی اور عقل کی وجاہت حاصل ہے وہ کسی کو عطا نہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ نعمت کے ساتھ ''ب'' قسمیہ ہے، جو عظمت و نُصرت اور شرافت و کرامت پر دلالت کرتی ہے اور ایک قول ہے ''ب'' سببیہ ہے جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے اور مطلب ہے کہ کُفار کا یہ مقولہ انتہائی لغو ہے اور فی نفسہ اُن کی تکذیب کرتا ہے کُفار میں جس شخص نے آپ کو کاہن کہا وہ ''شیبہ بن ربیعہ'' تھا۔

''اور نہ ہی مجنون''، مجنون وہ شخص ہوتا ہے جس کی عقل میں خرابی ہو اور وہ غور و فکر کی استعداد نہ رکھتا ہو، کُفار میں عقبہ بن ابی معیط نے یہ بکواس کی تھی، حالانکہ تمام کُفار کو آپ کی عظمتِ کلام و وفورِ عقل اور اعلیٰ بصیرت کا اعتراف تھا، اُن کا مقصد صرف آپ کو رنج پہنچانا تھا، تو اللہ تعالیٰ اس آیت میں اُن کے لغو اقوال کی تردید کی اور اپنے فضل و نعمت کا تاکید ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ کی تسلّی فرمائی اور اس رنج سے آپ کو دُور کیا جو آپ کی شانِ محبوبیت پر دلالت کرتا ہے اور ارشاد فرمایا کہ محبوب! ان لوگوں کی بے ہودہ باتوں کو خاطرِ اقدس میں جگہ نہ دیجئے اور اپنا وعظ و نصیحت جاری رکھئے اور اُس پر جمے رہئے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> نبی کریم ﷺ اگرچہ نوعِ انسان میں سے بشر ہیں، اور آپ ﷺ کی طبیعت پر اُن باتوں کا اطلاق جائز و ممکن ہے، جو دیگر انسانوں کی طبیعت پر ہوتی ہیں لیکن یقینی طور پر دلائل قاطعہ قائم ہو چکے ہیں، اور کلمۂ اجماع پورا ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ عام انسانوں کی طبیعت سے باہر ہیں

> اور ہر اُس آفت سے مُنزّہ و مُبرّا ہیں جو قصداً و اختیاراً یا بغیر قصد و اختیار کے واقع ہوں۔(۱۸۷)

انبیاء علیہم السّلام کا ظاہر اور باطن

انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظاہری اعضاء و اجسام بشری اَوصاف سے مُتّصف ہوتے ہیں اور اُن پر وہ تمام باتیں طاری ہوتی ہیں، جو انسانی عوارضات کے لئے خاص ہیں، مثلاً بیماریاں، موت وغیرہ اور یہ اُن میں نُقص نہیں لیکن اُن کی ارواح قدسیہ اور باطنی کیفیات انسانیت کی اُن اعلیٰ درجہ کی صفات پر فائز ہوتی ہیں، جو ملاءِ اعلیٰ سے متعلق ہوتی ہیں، اور وہ صفات فرشتوں کے ساتھ مُتشابہ ہوتی ہیں جو ہر قسم کے تغیر و آفات سے منزّہ و محفوظ ہیں، اکثر حالات میں بشری کمزوریاں اور انسانی ناطاقتی اُن تک پہنچ ہی نہیں سکتیں، کیونکہ اگر اُن کا باطن بھی اُن کے ظاہری انسانی اعضاء کی طرح خالص ہوتے تو یقیناً وہ ملائکہ سے وحی لینے، اُن کو دیکھنے، اُن سے کلام کرنے اور اُن سے میل جول کی طاقت نہ رکھتے، جس طرح دوسرے عام انسان و بشر اس کی طاقت نہیں رکھتے اور اگر اُن کے اجسام اور ظاہری حالت ملائکہ پر انسانی صفات کے خلاف ہوتے تو ہرگز انسان و بشر اور وہ لوگ جن کی طرف انہیں بھیجا گیا ہے اُن سے ملنے جُلنے کی طاقت نہ رکھتے۔

انبیاء اپنی ظاہری حالت اور اجسام کے لحاظ سے تو بشر و انسان کے مشابہ ہیں لیکن اپنی باطنی حالت ارواح کے لحاظ سے ملائکہ کے ساتھ ملتے ہیں، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''میری آنکھیں تو سوتی ہیں مگر میرا دل بیدار رہتا ہے'' (۱۸۸)

۱۸۷۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، القسم الثانی، الباب الأوّل فیما یختصّ بالأمور الدّینیۃ الخ، ص۲۹۷

۱۸۸۔ صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب قیام النّبیّ ﷺ باللّیل فی رمضان وغیرہ برقم:۱۱۳۷، ۱/۲۷۷، و کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، برقم:۲۰۱۳، ۱/۴۹۵ و کتاب المناقب، باب کان النّبیّ ﷺ تنام عینہ و لا ینام قلبہ، برقم:۳۵۶۹، ۲/۴۲۸

ایضاً صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ اللّیل و عدد رکعات النّبیّ

اور فرمایا کہ ''میں ہرگز تم جیسا نہیں ہوں، میرا ربّ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے'' (١٨٩)
اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب ﷺ کے دل کی معمولی سی پریشانی کو بھی جلدی رفع فرماتا ہے کہ حبیب رنجیدہ نہ ہوں۔

جتنا مرے خدا کو ہے میرا نبی عزیز　　　کونین میں کسی کو نہ ہوگا کوئی عزیز

خُدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

٣١۔ ﴿وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى O مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى O وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى O اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى O﴾ (١٩٠)

ترجمہ: اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم! جب یہ معراج سے اُترے، تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے، اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ (کنزالایمان)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ''نجم'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هو النّبيّ ﷺ و هوىٰ به نزوله من السّماء ليلة المعراج

ﷺ في اللّيل، برقم: ١٦٧٠، ١٢٥ / ـ (٧٣٨)، ص ٣٣٢

أيضاً الموطا للإمام مالك، كتاب صلاة اللّيل، باب صلاة النّبيّ ﷺ في الوتر، برقم: ١٢٢/٢/٧، ص ٩٧

أيضاً سُنَن أبي داؤد، كتاب الصّلاة باب في صلاة اللّيل، برقم: ١٣٤١، ٥٩/٢، ٦٠

أيضاً سُنَن الترمذي، أبواب الصّلاة، باب ما جاء في وصف صلاة النّبيّ ﷺ باللّيل، برقم: ٤٣٩، ٣٢٧/١

أيضاً الشّمائل المحمدية للتّرمذي، باب صفة عبادة النّبيّ ﷺ، برقم: ٢٧٠، ص ١٧٨

١٨٩۔ صحيح البخاري، كتاب الصّوم باب بركة السّحور من غير إيجاب، برقم: ١٩٢٢، ٤٧٣/١، و باب الوصال من قال: الخ برقم: ١٩٦١، ١٩٦٢، ١٩٦٣، ١٩٦٤، و باب الوصال إلى السّحر، برقم: ١٩٦٧، ٤٨٣/١، ٤٨٤)۔ ملخصاً

الشّفا بتعريف حقوق المصطفى، القسم الثّاني، الباب الثّاني فيما يختصّهم في الأمور الدّنيوية الخ، ص ٣٤٦، ٣٤٧

١٩٠۔ سورة النّجم: ١/٥٣ تا ٤

یعنی، اس سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں اور ''ہویٰ'' سے مراد اُن کا آسمانوں سے شبِ معراج اُترنا ہے۔ (١٩١)

''تفسیر خازن'' میں بھی اسی قول کو ترجیح دی گئی ہے، (١٩٢) واضح مفہوم یہ ہے کہ پروردگار نے حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی کی قسم یاد فرمائی جب کہ وہ معراج سے اُترے اور یہ معراج سے واپس آپ کا نیچے تشریف لانا اور مخلوق کو ہدایت فرمانا اللہ کریم کا بے مثل احسان و انعام ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت امام جعفر سے مروی ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کا قلبِ اطہر ہے اور یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ عزّ وجلّ کے فرمان:

﴿وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ O وَ مَآ اَدْرٰكَ مَا الطَّارِقُ O النَّجْمُ الثَّاقِبُ O﴾ (١٩٣)

ترجمہ: آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی قسم اور کچھ نہ جانے اور وہ رات کو آنے والا کیا ہے خوب چمکتا تارا۔

اس میں بھی ''النجم'' سے مراد حضور ﷺ ہیں، سُلَمی نے اس کو حکایت کیا۔ (١٩٤)

یہ آیاتِ کریمہ حضور ﷺ کے فضل و شرف میں اس حد تک پہنچی ہوئی ہیں کہ کوئی عد اس کو گھیر نہیں سکتا، اللہ عزّ وجلّ نے حضور ﷺ کی ہدایت اور خواہشاتِ نفسانی کے اتباع سے آپ کے منزّہ ہونے اور جو آپ تلاوت فرماتے ہیں اُس میں آپ کے سچے ہونے اور یہ کہ یہ وحی ہے جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے جسے جبریل علیہ السّلام جو مضبوط طاقت والے ہیں لے کر

١٩١۔ تفسير البغوي، سورة النّجم، ٢٥٥/٦

١٩٢۔ تفسير الخازن، سورة النّجم، ٢٥٥/٦

١٩٣۔ سورة الطّارق: ١/٨٦ تا ٣

١٩٤۔ الشّفا بتعريف حقوق المصطفى، القسم الأوّل، الباب الأوّل، الفصل الرّابع، ص ٣٣، و الفصل الخامس، ص ٣٥

آ ئے کی قسم بیان فرمائی ۔(۱۹۵)

آیت میں ﴿صَاحِبُکُمْ﴾ سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات ہے،(۱۹۶) ''صاحب'' کا معنی سیّد اور مالک بھی ہے، کہتے ہیں: ''صَاحِبُ البیت'' گھر کا مالک ۔ اور اس کا معنی ساتھی اور رفیق بھی ہے لیکن صرف ایسے ساتھی کو صاحب کہا جاتا ہے جس کی رفاقت اور سنگت بکثرت ہو۔(۱۹۷)

علامہ راغب ''ضلال'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سیدھے راستہ سے رُوگردانی کو ضلال کہتے ہیں، اُس کی ضد ہدایت ہے، بعض نے مزید تشریح کی ہے کہ راستہ سے رُوگردانی دانستہ ہو یا بھول کر ہو تھوڑی ہو یا زیادہ ہو اُس کو ضلال کہتے ہیں۔(۱۹۸)

اور ''غوی'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں، یعنی وہ جہالت جو باطل عقیدہ کی وجہ سے ہو۔(۱۹۹)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں، اعتقادی غلطی کو ''غوایۃ'' کہتے ہیں اور ''ضلال'' عام ہے، یہ اقوال، افعال، اخلاق اور عقائد کی غلطی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔(۲۰۰)

نیز اس آیت سے ﴿وَ وَجَدَکَ ضَآلًّا﴾ کا مفہوم بھی واضح ہو گیا کہ اس آیت میں ''ضَال'' کا معنی گمراہ نہیں بلکہ کسی کی محبت میں سرگرداں اور حیران ہوتا ہے جو اس لفظ کا دوسرا

۱۹۵۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الأول، الباب الأول، فصل فی قسمہ تعالیٰ جدّہ لہ لتحقیق مکانتہ عندہ، ص ۳۵

۱۹۶۔ امام راغب اصفہانی آیہ کریمہ ﴿تَتَفَکَّرُوْا مَا بِصَاحِبِکُمْ مِنْ جِنَّۃٍ﴾ (سبا: ۴۶/۳۴) کے تحت لکھتے ہیں وقد سُمّی النبیّ علیہ السلام صاحبہم تنبیهاً أنکم صحبتموہ الخ (مفردات الفاظ القرآن، ص ۴۷۶) اور تفسیر البغوی (۲۵۵/۶) اور تفسیر الخازن (۲۵۵/۶) میں ہے قولہ: ﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ﴾ یعنی محمد ﷺ

۱۹۷۔ مفردات الفاظ القرآن، ص ۴۷۵

۱۹۸۔ مفردات الفاظ القرآن، ص ۵۰۹

۱۹۹۔ مفردات الفاظ القرآن، ص ۶۲۰

۲۰۰۔ تفسیر روح البیان، سورۃ النجم، الآیۃ: ۱۔۴، ۲۴۹/۹

معنی ہے۔(۲۰۱)

''تفسیر الحسنات'' میں یوں تحریر ہے: ﴿صَاحِبُکُمْ﴾ سے مراد سیّد عالم ﷺ ہیں یعنی آپ نے کبھی بھی حق وہدایت کے راستہ کو ترک نہ کیا، جو آخرت کی کامرانی کا ذریعہ ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے اقوال وافعال میں ہمیشہ راہِ صواب پر گامزن اور طریقِ حق پر فائز ومتمکن ہیں، آپ کے دامنِ عصمت پر کسی بھی امر مکروہ، اعتقادِ فاسد کی گرد نہ پہنچی، اور ہمیشہ اور ہر وقت اپنے ربّ کریم کی توحید وعبادت میں ہیں۔

﴿وَمَا غَوٰی﴾ یعنی آپ ﷺ پر کبھی بھی اعتقادِ فاسدہ کی گرد نہ پہنچی، اس میں گروہِ قریش سے خطاب ہے کہ نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی کا بیشتر حصہ تمہارے سامنے گزرا اور تمہیں ان کے اقوال، افعال اور احوال کی تفصیلاً خبر بھی ہے، پھر تم اس باطل خیال میں اُلجھے ہوئے ہو کہ آپ کو بہکا ہوا یا بے راہ سمجھتے ہو، حالانکہ آپ ہمیشہ سے راہِ صواب پر گامزن ہیں اور راہِ حق میں متمکن ہیں، آپ ہر اَمر مکروہ سے محفوظ رہے اور اعتقادِ فاسد سے معصوم ہیں تو کیا تمہیں اُن کے ہادی ومہدی ہونے میں کوئی شک ہے، جو پہلے ہی طریقِ حق پر قائم ہیں اب وہ کیسے راہِ حق سے بہک سکتے ہیں، اے گروہِ قریش! یہ تمہاری کج فہمی کجروی اور اعترافِ حقیقت سے فرار ہے، جو تم ایسا خیال کرتے ہو۔

۲۰۱۔ اسی لئے امام اہلسنّت امام احمد رضا حنفی قدس سرہ نے ''کنز الایمان'' کے نام سے معروف اپنے ترجمۂ قرآن میں سورۃ ضُحیٰ کی آیہ کریمہ ﴿وَ وَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی﴾ (۷/۹۳) کا ترجمہ یہ کیا کہ ''تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'' (کنز الایمان) اور قاضی عیاض نے اپنی کتاب ''الشفا'' میں قرآن کریم کی آیت ﴿وَ وَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی﴾ کی متعدد تفاسیر ذکر کی ہیں اُن میں سے ابن عطاء کی تفسیر یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ﴿وَ وَجَدَکَ ضَآلًّا﴾: ای مُحِبًّا لِمَعْرِفَتِی یعنی اس کا معنی ہے کہ آپ کو اپنی معرفت کا مُحِب پایا، اور ضال مُحِب ہے جیسا کہ فرمایا ﴿اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ﴾ (یوسف: ۹۵/۱۲) یعنی آپ اپنی پرانی محبت میں ہیں، حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے یہاں دین میں ضلال مراد نہ لیا کیونکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نبی کے حق میں اس طرح کہتے تو کافر ہو جاتے اس کی مثل یہ قول ہے ''اِنَّا لَنَرَاهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ'' یعنی ہم اُسے ظاہر ظہور محبت میں دیکھتے ہیں (الشفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثالث، الباب الأول، فصل: و امّا عصمتہم الخ، ص ۳۰۶)

﴿وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی﴾ یعنی نبی اکرم ﷺ جیسا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر فرمایا یعنی ﴿صَاحِبُکُمْ﴾ (تمہارے صاحب) کہہ کر اور ''نطق'' (بولنا) متضمن ہے قولِ الٰہی میں کچھ کہنا (میلانِ نفس کے تحت) اور ﴿عَنِ الْھَوٰی﴾ (خواہش سے) اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں، اپنی رائے سے کچھ کہنا، اور آپ سے ایسا ہرگز نہیں۔ یعنی آپ پروردگار کی طرف سے قرآن میں جو کچھ تمہارے پاس لائے ہیں اس میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں فرماتے یا قرآن میں اپنی مرضی یا میلانِ نفس کے تحت کوئی بات نہیں بتاتے، اور نہ رائے کے تحت کچھ بولتے ہیں، واضح مفہوم یہ ہے کہ آپ جو کچھ بھی فرماتے ہیں خواہ وہ قرآن ہو یا آپ کے فرمودات (یعنی حدیث) وہ سب منجانب اللہ ہیں، (۲۰۲) یہاں تک کہ اُمورِ اجتہاد میں بھی امرِ الٰہی کے تحت ناطق ہوتے ہیں یہ جملۂ اُولیٰ کی دلیل ہے کہ حضور کا بے راہ چلنا ممکن ومتصور ہی نہیں کیونکہ آپ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں، اور یہ امر آپ کی عظمت و شان پر دلالت کرتا ہے، مراتبِ نفس میں اعلیٰ ترین یہ ہے کہ بندہ اپنی خواہش ترک کردے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ ''فنافی اللہ'' کے اُس درجہ پر ہیں کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا، اور آپ کی بات حق کی بات ہوگئی ہے جیسا کہ کلامِ ربانی میں دیگر نظائر سے ظاہر ہے:

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ﴾ (۲۰۳)

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ﴾ (۲۰۴)

ترجمہ: وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

کُفار کا یہ طعن کہ آپ نے قرآن حکیم گھڑ لیا، فضول ولغو ہے۔

﴿اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ یعنی جو کچھ بھی آپ گفتگو فرماتے ہیں، یا قرآن سے

۲۰۲۔ امام ابوالحسین بغوی لکھتے ہیں کہ ﴿وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی﴾ میں "ھویٰ" سے مراد ہے کہ حضور ﷺ باطل نہیں بولتے۔ اِس قول کے نُزول کی وجہ یہ ہے کہ وہ (کُفار) کہا کرتے تھے کہ بے شک محمد (ﷺ) اپنی طرف سے قرآن بناتے ہیں۔ (تفسیر البغوی، ۲۵۵/۶)

۲۰۳۔ سورۃ النساء: ۸۰/۴

۲۰۴۔ سورۃ الفتح: ۱۰/۴۸

بیان کرتے ہیں، وہ سیاق سے اس مفہوم پر دلالت کرتا ہے کہ اُن کا فرمانا خالص وحیِ الٰہی ہے، جو انہیں بھیجی جاتی ہے، اور وہ اپنی مرضی سے کلام نہیں کرتے ﴿اِلَّا وَحْیٌ﴾ مگر وحیِ الٰہی من اللہ عزّ وجلّ یعنی اللہ کی طرف سے، ﴿یُّوْحٰی﴾ جو انہیں کی جاتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ انہیں وحی فرماتا ہے، واضح مفہوم یہ ہے کہ آپ جو کچھ بھی ارشاد فرماتے ہیں وحیِ الٰہی کے تحت فرماتے ہیں، اپنی منشا ومرضی کے تحت نہیں اور نہ ہی اپنی رائے سے کچھ کہتے ہیں، اُن کا ارشاد وحی خالص ہے، خواہ وحی جلی ہو یا خفی یا اُمورِ فکری واجتہادی اور ﴿اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ کے جملہ سے ﴿وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی﴾ کی تاکید ظاہر ہے۔ (۲۰۵)

کتابتِ احادیث کی اجازت

کُتُبِ احادیث میں حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ منقول ہے وہ کہتے ہیں میرا یہ دستور تھا کہ حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے جو کچھ سُنتا وہ لکھ لیا کرتا تھا، قریش کے بعض احباب نے مجھے اس سے منع کیا، اور کہنے لگے تم حضور کا ہر قول لکھ لیتے ہو حالانکہ حضور ﷺ انسان ہیں، کبھی غصّے میں بھی کوئی بات فرمادیتے ہیں، چنانچہ میں نے لکھنا بند کردیا، بعد میں اس کا ذکر بارگاہِ رسالت ﷺ میں ہوا اور میں نے سلسلۂ کتابت بند کرنے کی وجوہ بیان کیں، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اُکْتُبْ فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا خَرَجَ مِنِّیْ اِلَّا الْحَقُّ'' (۲۰۶)

یعنی، اے عبداللہ! تم میری ہر بات لکھ لیا کرو، (۲۰۷) اُس ذات کی قسم

۲۰۵۔ تفسیر الحسنات، الجزء السّابع و العشرون، سورۃ النّجم، ۲۲۸/۶، ۲۲۹، ۲۳۰

۲۰۶۔ سُنَن ابی داؤد، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، برقم: ۳۶۴۶، ۴۱/۴

۲۰۷۔ امام حاکم نے حضرت مجاہد سے روایت کی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میں جو آپ سے سنتا ہوں اُسے لکھ لیا کروں، حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہاں'' فرماتے ہیں میں نے عرض کی، غضب اور رضا کے وقت تو فرمایا: ''ہاں'' بے شک میں حق ہی بولتا ہوں'' (المستدرک، کتاب العلم، باب الأمر بکتابۃ الحدیث، برقم: ۳۶۵، ۳۰۲/۱

ایضاً الشفا بتعریف حقوق المصطفی ﷺ، القسم الثانی، الباب الأوّل، فصل: اما اقوالہ ﷺ فقد الخ، ص ۳۱۳)

جس کے دستِ قُدرت میں میری جان ہے، میری زبان سے کبھی کوئی بات حق کے سوانہیں نکلتی۔(۲۰۸)

۲۰۸۔ امام ابوداؤد نے اِسے روایت کیا اور اِس حدیث سے امام ابوداؤد نے سکوت فرمایا، یعنی اِس پر جرح و قدح نہ کی۔ معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے ورنہ ''حسن'' تو ضرور ہے (مقام رسول ﷺ، ص ۴۹۴) چنانچہ علامہ عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں'' امام ابوداؤد احادیث پر کلام فرماتے ہیں، منذری نے فرمایا جس سے آپ سکوت فرمائیں تو وہ روایت ''حسن'' کے درجے سے نیچے نہیں آتی اور امام نووی نے فرمایا وہ حدیث ''صحیح'' ہوتی ہے یا ''حسن''۔ ابن عبدالبر نے فرمایا وہ ''صحیح'' ہوتی ہے۔ ابن مندہ، ابن السکن اور حاکم نے "سنن ابی داؤد" میں جتنی بھی احادیث پر صحت کا اطلاق کیا ہے (کوثر النبیّ للفرهاروی، ورق نمبر ۸) اسی حدیث شریف کو امام احمد نے "المسند" (۱٦٢/٢) میں، امام دارمی نے اپنی "سنن" (المقدمة، باب من رخص فی کتابة العلم برقم: ٤٨٤) میں، امام حاکم نے "المستدرك" (کتاب العلم باب الامر بکتابة الحدیث: برقم: ٣٦٦، ١٠٦/١) میں، حافظ علائی نے "بُغية المُلتمس" (الجزء الثالث، فصل ذکر جماعة من الخ، ص ٨٧) میں روایت کیا ہے اور علامہ ابن کثیر نے اسے آیہ کریمہ ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾ الآية (سورة النجم: ٣/٥٣) کے تحت نقل کیا ہے، دیکھئے "تفسیر ابن کثیر" (٣٠١/٤) اور امام ابو جعفر طحاوی حنفی نے اسے "لَا يَنْبَغِيْ أَنْ أَقُوْلَ إِلَّا حَقًّا" کے الفاظ سے "شرح معانی الآثار" کے کتاب الکراهة، باب کتابة العلم (برقم: ٧١٢٨، ٣١٩/٤) میں روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لَا أَقُوْلُ إِلَّا حَقًّا" یعنی میں ہمیشہ حق ہی فرماتا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورة (٣٥) النجم الآية: ٤/١، ٣١٠/٤، ایضاً الخصائص الکبریٰ ٢٧٥/٢، ایضاً تدریب الراوی النوع الخامس و العشرون، ٦٢/٢) اور سُنن ابی داؤد کی روایت کے تحت امام خطابی نے کتابتِ حدیث پر بحث کے آخر میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ سے لکھا گیا پھر اُمت نے اُس پر عمل کیا اور رُوات نے اُسے نقل کیا اور علما و سلف و خلف میں سے کسی نے اِس کا انکار نہیں کیا تو اِس بات نے کتابتِ حدیث و علم کے جواز پر دلالت کی (معالم السُّنَن للخطابی، کتاب العلم، باب فی کتاب العلم، برقم: ٣٦٤٦، ٦١/٤) اور "طبقات ابن سعد" میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کہ میں آپ کی سُنی ہوئی احادیث کتاب میں لکھا کروں، آپ ﷺ نے مجھے اجازت دی، میں نے احادیث کتاب میں لکھیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس صحیفہ کو ''صادقہ'' کہا کرتے تھے (طبقات ابن سعد، ٢٨٥/٢) اور ابن سعد نے مجاہد سے نقل کیا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس صحیفہ کو دیکھا، میں نے اس

حضور سیدی اعلیٰ حضرت، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی زبانِ اقدس کی شان میں عرض کرتے ہیں:

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خُدا — چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں — اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود — اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

(حدائقِ بخشش)

اِس حدیث شریف میں مُنکرینِ حدیث کا ردّ بھی ہے کہ وہ عوام المسلمین کو بہکاتے ہیں کہ حدیث شریف کا کیا اعتبار یہ تو حضور ﷺ کے وصال کے صدیوں بعد لکھنا شروع کی گئی یا پھر یہ کہتے ہیں کہ حدیث شریف لکھنے سے نبی ﷺ نے خود منع فرمایا ہے، اس میں اور مندرجہ ذیل احادیث و آثار صحابہ میں تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حدیث شریف لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور صحابہ کرام نے احادیث لکھی ہیں، امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھا کرتا، آپ سے حدیث سُنتا، اُسے پسند کرتا لیکن وہ حدیث اُسے یاد نہ رہتی، اس نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں شکایت کی تو آپ نے فرمایا ''اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو'' اور اپنے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا (۲۰۹) امام ترمذی لکھتے ہیں کہ اس باب میں حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث مروی ہے۔(۲۱۰)

کے متعلق سوال کیا تو فرمایا یہ ''صادقہ'' ہے اِس میں وہ سب مرقوم ہے جو میں نے براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے سُنا، درمیان میں کوئی واسطہ نہیں (طبقات ابن سعد ١٢٥/٢ القسم الثالث، ایضاً علمی سرگرمیاں، صحابہ کرام کا احادیث تحریر کرنا، ص ١١٥)

۲۰۹۔ رامہُرمُزی نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہ سند روایت کیا ہے حضرت رافع بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ سے کچھ چیزیں سُنتے ہیں کیا ہم ان کو لکھ لیں؟ آپ نے فرمایا: ''انہیں لکھ لو کوئی حرج نہیں'' (تدریب الراوی، النوع الخامس و العشرون، ٦٣/٢۔ ایضاً علمی سرگرمیاں عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ میں، صحابہ کا احادیث تحریر کرنا الخ، ص ١١٣)

۲۱۰۔ سُنَن الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الرُّخصة فیه، برقم: ٢٦٦٦، ٤٦٩/٣ ایضاً تدریب الراوی، النوع الخامس و العشرون، ٦٢/٢، ٦٣

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے یاد نہ رہنے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا ''اپنے ہاتھ سے مدد لو (لکھ لیا کرو)'' اور اس میں ایک راوی اسماعیل بن یوسف ضعیف ہے۔ (۲۱۱)

اور ایسی روایات موجود ہیں کہ جن سے پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرام میں احادیث لکھنے کا رواج تھا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ کے پاس صحابہ کرام موجود تھے، میں اُن میں سب سے کم عمر تھا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو مجھ پر دانستہ جھوٹ کہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ جب لوگ باہر آئے میں نے اُن سے کہا کہ آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کیوں کر بیان کرتے ہو حالانکہ آپ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سُن چکے ہیں تم تو رسول اللہ ﷺ سے احادیث نقل کرنے میں منہمک رہتے ہو، صحابہ کرام ہنسے اور فرمایا: بھتیجے! آپ ﷺ سے جو کچھ سنتے ہیں وہ ہمارے پاس کتاب میں محفوظ ہے۔ (۲۱۲)

صحابہ کرام احادیث نبویہ ﷺ لکھتے اور انہیں بڑی حفاظت سے رکھتے اور ضرورت کے وقت انہیں نکالتے چنانچہ ''مسند امام احمد'' میں ابوقبیل سے مروی ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے پاس تھے، آپ سے سوال کیا گیا کہ کونسا شہر پہلے فتح ہوگا، قسطنطنیہ یا رومیہ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ہرقل کا شہر پہلے فتح ہوگا'' (۲۱۳)

۲۱۱۔ علمی سرگرمیاں عہد رسالت اور عہد صحابہ میں، صحابہ کرام کا احادیث تحریر کرنا الخ، ص ۱۱٤

۲۱۲۔ مجمع الزوائد کتاب العلم، باب کتابة العلم برقم: ٦٧٨، ١/٢٠٣
ایضاً علمی سرگرمیاں عہد رسالت اور عہد صحابہ میں، صحابہ کا احادیث تحریر کرنا، ص ۱۱۳

۲۱۳۔ المسند للإمام أحمد: ٢/١٧٦
ایضاً سُنَن الدّارمی، کتاب العلم، باب من رخّص فی کتابة العلم، برقم: ٤٨٦، ١/٥٨
ایضاً مجمع الزوائد، کتاب المغازی و السیر، باب فتح قسطنطنیه و رومیه، برقم: ١٠٣٨٥، ٦/٢٣٤ و قال رواه أحمد و رجاله رجال الصحیح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا مجھ سے زیادہ عالم کوئی نہیں سوائے اس کے جو عبداللہ بن عمرو کے پاس ہے وہ اپنے ہاتھ سے احادیث لکھتے اور دل میں یاد رکھتے تھے، میں صرف یاد رکھتا تھا، ہاتھ سے نہیں لکھتا تھا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے لکھنے کی اجازت طلب

احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء سے یہ بھی ثبوت ملتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے احادیث لکھ کر حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں بھی پیش کیں چنانچہ بغوی نے ''معجم'' میں زید الرقاشی سے نقل کیا کہ وہ بیان کرتے ہیں جب ہم بکثرت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس جانے لگے تو آپ ہمارے پاس ایک کتاب لائے اور فرمایا یہ احادیث ہیں میں نے انہیں رسول اللہ ﷺ سے سُنا ہے اور لکھا ہے اور حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا ہے۔ (۲۱٤)

کی، آپ ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی (سُنَن الترمذی، أبواب العلم، باب الرُّخصة فی کتابه العلم، برقم: ٢٦٦٨، ٣/٤٦٩۔ أیضاً المسند للإمام أحمد، ٢/٤٠٣۔ أیضاً مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب کتابه العلم، برقم: ٦٧٦، ١/٢٠٣ اور ''صحیح البخاری'' (کتاب العلم، باب کتابه العلم، برقم: ١١٣، ١/٣٨) کے الفاظ ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ (عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ (علمی سرگرمیاں عہد رسالت اور عہد صحابہ میں، ص ۱۱۶)

۲۱٤۔ علمی سرگرمیاں عہد رسالت و عہد صحابہ میں، صحابہ کرام کا احادیث تحریر کرنا الخ، ص ۱۱۷۷